سیرۃ النبی ﷺ نمبر

علمی، ادبی، اصلاحی، تحقیقی، اسلامی صحافت کا عظیم شاہکار

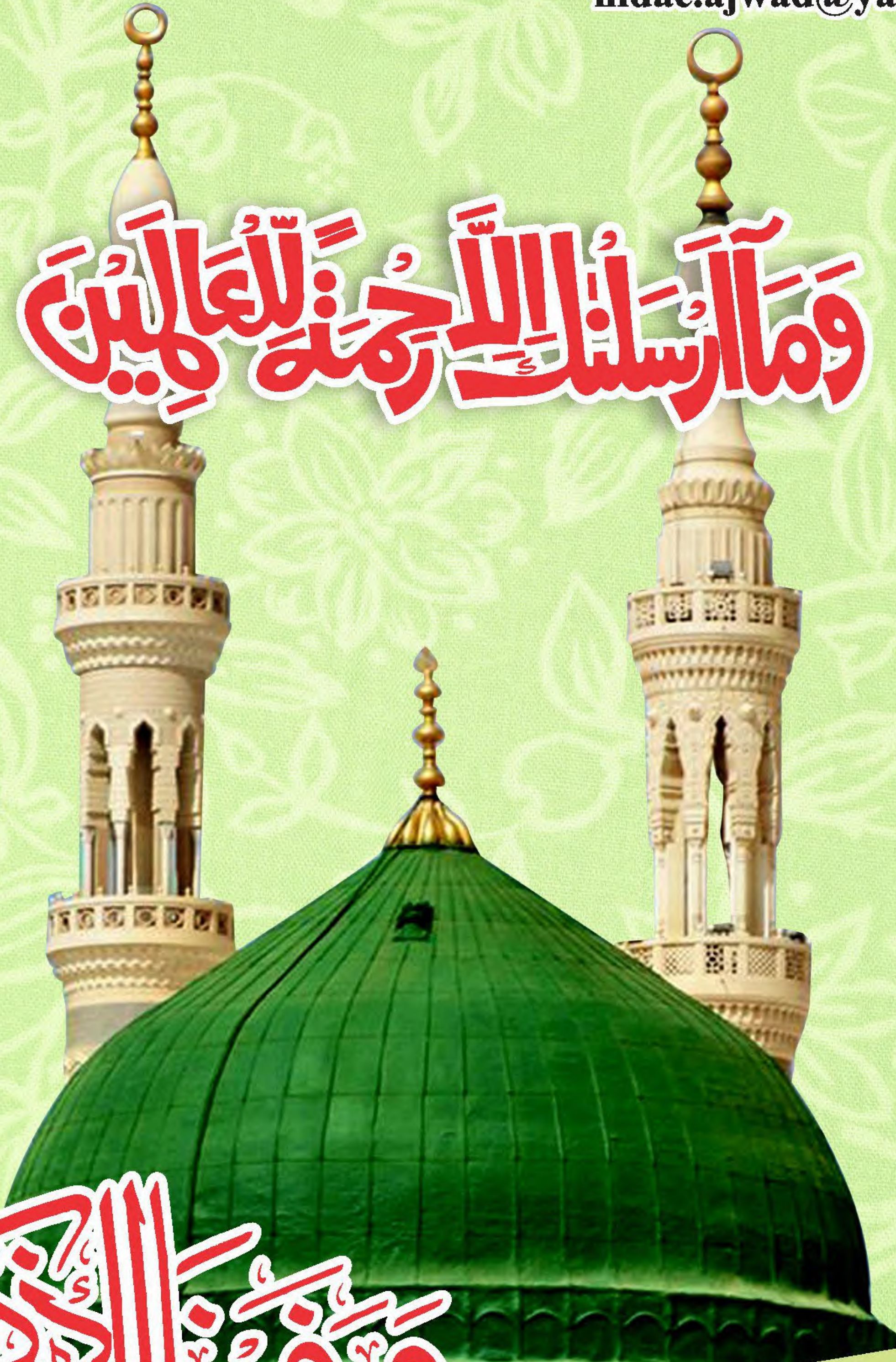
ماہنامہ

ندائے اجود

لاہور

جلد 15 شمارہ 4 اکتوبر-2022ء

nidae.ajwad@yahoo.com



وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا (القرآن)

چیف ایڈیٹر حافظ اجود عبید

حکومت پاکستان سے منظور شدہ

بیاد

محمد عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ

علمی، ادبی، اصلاحی، تحقیقی، اسلامی صحافت کا عظیم شاہکار

ندائے اجود لاہور

جلد 15 — شمارہ 04 اکتوبر 2022ء

www.jamiaashrafiaschool.com

قیمت فی شمارہ 130 روپے / سالانہ 1500 روپے

بدل اشتراک: ریاست ہائے متحدہ امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ، برطانیہ، ناروے، جرمنی، تھائی لینڈ، برما، ویسٹ انڈیز — 175/- امریکی ڈالر
سعودی عرب، انڈیا، بحرین، عمان، متحدہ عرب امارات، ایران، بنگلہ دیش، دبئی، ابوظہبی، — 150/- امریکی ڈالر

(خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ) دفتر ماہنامہ ندائے اجود لاہور

آفس: 310 اشرفیہ پلازہ مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن لاہور ای میل: nidae.ajwad@yahoo.com

فیکس: Office: 042-37428389 042-37428387

اکاؤنٹ نمبر: 1048-4076508 - بینک M.C.B برانچ وحدت روڈ، لاہور

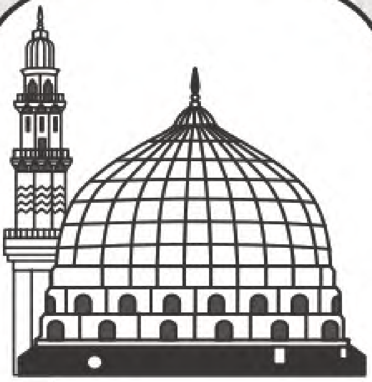
چیف ایڈیٹر حافظ اجود عبید نے عکاظ پرنٹر 72 فیروزپور روڈ شمع پلازہ لاہور سے چھپوا کر اشرفیہ پلازہ اقبال ٹاؤن لاہور سے شائع کیا



حمد باری تعالیٰ

انتخاب (حافظ عباد اجود)

گروقت آپڑا ہے مایوس کیوں کھڑا ہے ۔۔۔ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے
اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے ۔۔۔ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے
مانا کہ ظلمتوں کے ہر سمت ہیں بسیرے ۔۔۔ لیکن کبھی تو ہوں گے انصاف کے سویرے
مہکیں گے غنچے گل پھل، گائے گی کوئی بلبل ۔۔۔ حالات کی صدا ہے، اللہ بہت بڑا ہے
اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے ۔۔۔ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے
پتھریلی وادیوں میں وہ دیکھ گر نظر ہے ۔۔۔ چھری تلے پسر ہے ایک خواب کا اثر ہے
چھری نہیں چلی کیوں؟ گردن نہیں کٹی کیوں ۔۔۔ کس کا حکم چلا ہے؟ اللہ بہت بڑا ہے
اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے ۔۔۔ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے
یہ خون بے کسوں کا جائے گا نہ رائیگاں ۔۔۔ ہم دیکھیں یا نہ دیکھیں، دیکھے گا یہ زمانہ
اٹھے گی کوئی چنگاری، آئے گی ان کی باری ۔۔۔ قدرت کا فیصلہ ہے، اللہ بہت بڑا ہے
اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے ۔۔۔ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے
قہرو جبر کے بت یہ جو سامنے کھڑے ہیں ۔۔۔ پانی کے بلبلے ہیں بس نام کے بڑے ہیں
اک کن کی مار ہیں یہ، جتنے گنوار ہیں یہ ۔۔۔ تاریخی سلسلہ ہے، اللہ بہت بڑا ہے
اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے ۔۔۔ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے
فرعون اور پانی، ہو گئی ختم کہانی ۔۔۔ بچوں سے بوجہل کی چھنوائی زندگانی
اللہ کے کام سارے دن کو دکھائے تارے ۔۔۔ کیسا حشر ہوا ہے، اللہ بہت بڑا ہے
اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے ۔۔۔ اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے



نعت رسول مقبول ﷺ

انتخاب (حافظ فواد اجود)

حلیمہ میں تیرے مقدراں توں صدقے توں مدنی ﷺ دا جھولا جھولیندی وی ہوسیں

تو مدنی ﷺ دا مکھڑا نورانی نورانی تکدی دی رہی ہیں چومیندی وی ہوسیں

محبت دے وچ آکے بوسے دی خاطر لباں وچ لباں کوں ملیندی وی ہوسیں

اے فلکاں دا چن ہے کھیڈاؤنا وی جس دا توں اس بے مثل نوں کھیڈیندی وی ہوسیں

اے انگلی نپا کے تے ویڑے دے اندر رب دے سجن کوں ٹریندی وی ہوسیں

زمانے دی تتیاں ہواواں دے کولوں نبوت دے پُھل نوں لکیندی وی ہوسیں

کدی نال نزاکت دے سوہنا اور رُسدا وی ہوسی توں منیدی وی ہوسیں

نوا کے سجا کے تے کجلا وی پا کے تے ٹھوڑی ہلا کے ہسیندی وی ہوسیں

حلیمہ میں تیرے مقدراں تو صدقے توں مدنی ﷺ دا جھولا جھولیندی وی ہوسیں

تو مدنی ﷺ دا مکھڑا نورانی نورانی تکدی تے رہی ہیں چومیندی وی ہوسیں

فہرست مضامین

اداریہ

چیف ایڈیٹر کے قلم سے

ورفعنا لک ذکرک

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا (القرآن)

سید الاولین والآخرین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں سرخروئی کے حصول کے امیدوار بنتے ہوئے ''ماہنامہ ندائے اجود'' کی خصوصی اشاعت بعنوان ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر'' قارئین ندائے اجود کے لیے گلدستہ عقیدت کی شکل میں پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

ہر سال ماہِ ربیع الاوّل کا شمارہ آقائے دو جہاں، سرور کائنات، خاتم النبین، سید المرسلین، شفیع المذنبین، مقصود کائنات، محبوب یزدان، شافع محشر، ساقی کوثر، تاجدار مدینہ، فخر دو عالم، آمنہ کے دُرِ یتیم، محبوب کبریا، عظیم پیغمبر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس تذکروں سے مزین کرتا ہے۔ ربیع الاوّل وہ مہینہ ہے جس میں تاجدار رسالت، سرور کونین کی تشریف آوری ہوئی ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے، ظلمتوں، نفرتوں، عداوتوں کے سیاہ بادل چھٹ گئے۔ انسانیت سے نابلد انسانوں کو جینے کا سلیقہ ملا، کفر و شرک کے سمندر میں ڈوبے لوگوں کو توحید کا سفینہ ملا، جہالت اور گمراہی میں سرتاپا لتھڑی مخلوق کو تہذیب و تمدن کا قرینہ ملا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی 63 سالہ حیات طیبہ میں روئے زمین پر بستی انسانیت میں وہ انقلاب برپا کر دیا کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال نہیں ملے گی۔ جن لوگوں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر لبیک کہا وہ زمین کے ستارے کہلائے۔ قرآن مجید نے ان کے ایمان کو ان کے اعتقاد کو ان کے اعمال کو امت مسلمہ کے لیے معیار قرار دے دیا کہ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانے، پروانے، مستانے جن کو ہم صحابہ کرامؓ کہتے ہیں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوئے، عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرز جاں بنایا اسی طرح اگر تمام لوگ ایمان لائیں گے تو ہدایت یافتہ قرار پائیں گے۔ گویا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں پر عمل کرنے سے انسان کامیاب ہوسکتا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا دم بھرنا اور صرف ماہ ربیع الاول کے چند ایام میں محبت کے نعرے لگانا ہی کافی نہیں ہوگا بلکہ اپنی ساری زندگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں سے مزین کرنا، اپنے اعمال، اپنے کردار اور اپنے گفتار سے یہ ثابت کر کے دکھانا عملی طور پر کہ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق ہوں۔

ماہ ربیع الاوّل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرے زبان زدعام ہوں گے تو کوشش یہ کی جائے کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکرے عام ہوں وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کو عملی زندگی میں لانے کا بھی عزم

جو اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند مرتبہ دیتا ہے (حدیث)

ہوا پنے بچوں کو پہاڑیاں بنانے اور بڑے بڑے ڈیک پہ میوزک چلانے کی بجائے ان کو آپ ﷺ کی زندگی اور آپ علیہ السلام کی تعلیمات سے روشناس کرائیں، بچوں کو بتائیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے اپنا بچپن کیسے گزارا، بڑوں کا کس طرح ادب واحترام کیا، کمزوروں کی کیسے مدد کی، ضعیفوں کے ساتھ کیسے ہمدردی کی، غلاموں کے ساتھ کیسے نرمی کی، ملازمین کے ساتھ کتنے حسن اخلاق سے پیش آئے، محتاجوں کا کیسے سہارا بنے، گفتگو کتنی پاکیزہ فرماتے، تجارت کیسی دیانتداری سے کرتے، غرض آپ ﷺ کے تمام کمالات ومحاسن سے آگاہی ہر بچے کو ہونی چاہیے تاکہ ان کا بچپن پاکیزہ اور آنے والی پوری زندگی اچھے اخلاق وکردار سے مزین ہو۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو حقیقی عشق رسول ﷺ عطا فرمائے امت مسلمہ کو آپس میں اتحاد واتفاق کی نعمت سے نوازے، عالم اسلام کو اور ملک پاکستان کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے، اس ''سیرت النبی ﷺ نمبر'' کو ہماری نجات کا ذریعہ بنانے اور عوام الناس کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ ربیع الاول منانے کی بجائے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

ٹرانس جینڈر قانون اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے جنگ ہے

ٹرانس جینڈر کون ہیں؟ یہ ایک مکمل قدرتی انسان (مرد یا عورت) ہیں جن کے اندر جسمانی طور پر کوئی نقص نہیں ہے جو شادی کرنے اور اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہیں لیکن ان کے اندر نفسیاتی طور پر ایسی خرابی پیدا ہوگئی ہے کہ اپنے آپ کو OPPOSITE جنس سمجھ چکے ہیں یعنی اس کے اندر ہم جنس پرستی کی علت پیدا ہوگئی۔

ٹرانس جینڈر قانون بنانے والے اور ان کے پس پشت جو لوگ کام کر رہے ہیں ان کا نظریہ یہ ہے کہ حیوان جس کے ساتھ چاہے جسمانی خواہش پوری کرسکتا ہے چاہے وہ اسکی بیٹی ہو چاہے وہ اس کی ماں ہو۔ یہ انسانوں نے کیا قدغن لگا رکھی ہے؟ ماں، بہن، بیٹی، بیوی کیا فرق ہے ان میں؟ وہ بھی عورت ہے، یہ بھی عورت ہے۔ گویا کہ انسان حیوان بن جائیں یہ ہے ٹرانس جینڈر کا قانون اور یہودیوں کی بہت بڑی سازش کہ مرد عورت بن جائے، عورت مرد بن جائے اور یہ کہ ان کی آپس میں شادیاں بھی ہو جائیں، مرد کی مرد کے ساتھ اور عورت کی عورت کے ساتھ۔ حال ہی میں پاکستان میں ایک بل پاس ہوا جس کا عنوان GENDER EQUALITY تھا جس میں (I) HOMOSEXUALITY کو NORMAL SEXUAL ORIENTATION قرار دیے جانے پر زور دیا گیا، چاہے ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ اپنی شہوت پوری کرے (عمل قوم لوط) یا ایک عورت ایک دوسری عورت سے اپنی شہوت پوری کرے، اس پر کوئی ممانعت نہ ہو۔ (II) عورتیں گھر کا کام کاج کرنے سے انکاری ہوں اور اگر کام کریں تو اس پر مردوں سے مزدوری طلب کرنے کی حقدار ہوں۔ (III) عورتیں حمل یا وضع حمل پر جو تکلیف برداشت کرتی ہیں اس پر بھی مرد سے اجرت طلب کریں گی۔ (IV) اگر کسی وقت عورت کا دل شہوت کے لیے

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو۔ (سورۃ طٰہٰ)

آمادہ نہ ہو اور شوہر اس کے ساتھ شہوت کرنے پر زور ڈالے تو اس کو MARITAL RAPE قرار دیا جائے۔ (V) PROSTITUTION کو باعزت پیشہ مانا جائے اور ان کو PROSTITUTES نہ کہا جائے بلکہ SEXUAL WORKERS کہا جائے۔

(VI) وراثت اور طلاق میں بالکل برابری قرار دی جائے۔

واضح رہے کہ یہ تمام چیزیں اسلام کے منافی ہیں۔ دین اسلام میں ایسا عمل حرام قرار دیا گیا ہے۔ ایک مرد کا دوسرے مرد کے ساتھ جنسی خواہشات کا پورا کرنا یا کرانا ایک انتہائی گھٹیا، شرمناک، ذلت آمیز، غیر فطرتی اور حرام فعل ہے جو کہ بدترین گناہوں میں سے بڑا گناہ ہے اور گندے افعال میں سے بدترین فعل ہے جو سراسر انسانی فطرت کے خلاف ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں اور احادیث مبارکہ میں سخت وعیدیں نازل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

''اور جب ہم نے لوط (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو اس وقت انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا؟ یعنی خواہشِ نفسانی کو پورا کرنے کے لیے، عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر گرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے گزرنے والے ہو اور ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا تو دیکھ لو کہ گناہ گاروں کا کیسا انجام ہوا''۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ کی لعنت ہے ایسے شخص پر جو قوم لوط والا عمل کرے''۔ یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

کسی مسلمان شخص کا ہم جنسی پرستی کو اپنا حق اور جائز سمجھنا اور اس کو انسانی آزادی کی راہ میں رکاوٹ قرار دینا انتہائی خطرناک اور گھٹیا فعل ہے۔ ہم اس بل کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔ پوری قوم کو مل کر اس بل کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے اور احتجاج کرنا چاہیے! یہ بے موسمی بارشیں، یہ طوفانی سیلاب، یہ کرونا اور ڈینگی وائرس اللہ تعالیٰ کے عذاب کے اشارے ہیں۔ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے کسی بڑے عذاب کو دعوت دینا چاہتے ہیں؟ جیسا کہ سابقہ قوموں نے کیا؟ اگر خدانخواستہ ایسا کوئی عذاب آیا تو خاموش رہنے والے بھی اس کی زد میں آجائیں گے۔ خدارا! اپنی آواز بلند کریں اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ بند کریں۔ یہ ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ اس کو اسلامی قوانین کے تحت ہی چلائیں۔ یہودیوں کے ایجنڈے پر کام کرنا بند کریں۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل درآمد کریں تو ہی کامیابی مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

☆☆☆

آپ کی دعاؤں کا طالب: حافظ اجود عبید

درسِ قرآن



تفسیر ابن کثیر

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ○

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تم کو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے، فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے، فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں۔ (آل عمران، رکوع ۸ آیت ۸۱)

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کے تمام انبیاء کرامؑ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ لیا کہ جب کبھی ان میں سے کسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کتاب وحکمت دے اور وہ بڑے مرتبے تک پہنچ جائے پھر اس کے بعد اسی کے زمانے میں رسول آجائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت وامداد کرنا اس کا فرض ہوگا۔ یہ نہیں کہ اپنے علم ونبوت پر نظر ڈال کر اپنے بعد والے نبی کی اتباع اور امداد سے رک جائے۔ ان سے کہا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو؟ اور میرا بوجھل مضبوط عہد و میثاق لے رہے ہو؟ سب نے کہا ہاں ہمارا اقرار ہے۔ تو فرمایا گواہ رہو اور میں خود بھی گواہ ہوں اور اگلی آیت میں فرمایا: اب اس عہد و میثاق سے جو پھر جائے وہ قطعی فاسق، بے حکم اور بدکار ہے۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی امداد کرے اور اپنی امت کو بھی وہ یہی تلقین کر دے کہ وہ بھی حضور ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی فرماں برداری میں لگ جائے۔ طاؤسؒ، حسن بصریؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ نبیوں

عورتوں کا بھی تم پر ایسا ہی حق ہے جیسا تمہارا حق عورتوں پر ہے (القرآن)

سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تفسیر اوپر کی تفسیر کے خلاف ہے بلکہ یہ اس کی تائید ہے اسی لیے حضرت طاؤسؒ سے ان کے لڑکے کی روایت مثل روایت حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے بھی مروی ہے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک دوست قریظی یہودی سے کہا تھا کہ وہ تورات کی جامع باتیں مجھے لکھ دے تو اگر آپ ﷺ فرمائیں میں انہیں پیش کروں۔ حضور ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن ثابتؓ نے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ آپ ﷺ کے چہرہ کا کیا حال ہے؟ تو حضرت عمرؓ کہنے لگے میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر محمد ﷺ کے رسول ہونے پر خوش ہوں۔ اس وقت حضور ﷺ کا غصہ دور ہوا اور فرمایا قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر (حضرت) موسیٰؑ بھی تم میں آجائیں اور تم ان کی فرماں برداری میں لگ جاؤ اور مجھے چھوڑ دو تو تم سب گمراہ ہو جاؤ۔ تمام امتوں میں سے میرے حصے کی امت تم ہو اور تمام نبیوں میں سے تمہارے حصے کا نبی میں ہوں۔

مسند ابو یعلی میں ہے کہ اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو وہ خود گمراہ ہیں تم کو راہ راست کیسے دکھائیں گے؟ بلکہ ممکن ہے کہ تم کسی باطل کی تصدیق کرلو یا کسی حق کی تکذیب کر بیٹھو، اللہ تعالیٰ کی قسم اگر موسیٰ بھی تم میں زندہ موجود ہوتے تو انہیں بھی بجز میری فرماں برداری کے اور کچھ حلال نہ تھا۔ بعض احادیث میں ہے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔ پس ثابت ہوا کہ ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور امام اعظم ہیں۔ جس زمانہ میں بھی آپ ﷺ کی نبوت ہوتی آپ ﷺ واجب الاطاعت تھے اور تمام انبیاء کی اتباع پر جو اس وقت ہوں آپ ﷺ کی فرمانبرداری مقدم رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ معراج والی رات بیت المقدس میں تمام انبیاءؑ کے امام آپ ﷺ ہی بنائے گئے۔ اسی طرح میدان محشر میں بھی اللہ تعالیٰ کو فیصلوں کے لیے لانے میں شفیع آپ ﷺ ہی ہوں گے یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ ﷺ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں تمام انبیاء اور کل رسول اس دن اس کام سے منہ پھیر لیں گے بالآخر آپ ﷺ ہی خصوصیت کے ساتھ اس مقام میں کھڑے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنے درود و سلام آپ ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ بھیجتا رہے قیامت کے دن تک، آمین۔

☆☆☆

مومنو! اپنے صدقے کو احسان جتا کر اور دوسروں کو ضرر پہنچا کر ضائع نہ کرو (القرآن)



درسِ حدیث

ادارہ

حدثنا حميد بن مسعدة البصري قال حدثنا عبد الوهاب الثقفي عن حميد عن أنس بن مالك قال كان رسول الله ﷺ ربعة ليس بالطويل ولا بالقصير حسن الجسم وكان شعره ليس بجعد ولا سبط أسمر اللون اِذا مشى يتكفأ...

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ درمیانہ قد تھے، نہ زیادہ طویل نہ زیادہ چھوٹے، نہایت خوبصورت معتدل بدن والے، حضور ﷺ کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن تھا) نیز آپ گندمی رنگ کے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ چلتے تو آگے کو جھکے ہوئے چلتے۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک مردِ میانہ قد تھے۔ (قدرے درازی مائل جیسا کہ پہلے گزر چکا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان قدرے اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا۔ (جس سے سینہ مبارک چوڑا ہونا بھی معلوم ہو گیا) گنجان بالوں والے، جو کان کی لو تک ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک سرخ دھاری کا جوڑا یعنی لنگی اور چادر تھی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے کسی پٹھوں والے کو سرخ جوڑے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مونڈھوں تک رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے دونوں کندھوں کے درمیان کا حصہ ذرا زیادہ چوڑا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے نہ زیادہ چھوٹے۔

(شمائل ترمذی: جلد اول)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے، نہ کوتاہ قد، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پُر گوشت تھے

اور اے محمد ﷺ ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے (القرآن)

(یہ صفات مردوں کے لیے محمود ہیں اس لئے کہ قوت اور شجاعت کی علامت ہیں)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بھی بڑا تھا۔ اور اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں۔ سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ آپ ﷺ سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔

(شمائل ترمذی: جلد اول)

ابراہیم بن محمد جو حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہیں (یعنی پوتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کا بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے، نہ زیادہ پستہ قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے۔ بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لیے ہوئے تھے، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موٹے بدن کے تھے نہ گول چہرہ کے البتہ تھوڑی سی گولائی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں تھی (یعنی چہرہ انور نہ بالکل گول تھا نہ بالکل لمبا بلکہ دونوں کے درمیان تھا)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کی ہڈیاں موٹی تھیں (مثلا کہنیاں اور گھٹنے) اور ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پُر گوشت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہیں تھے (یعنی بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بدن پر بال زیادہ ہو جاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر خاص خاص حصوں کے علاوہ جیسے بازو پنڈلیاں وغیرہ ان کے علاوہ اور کہیں بال نہ تھے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور قدم مبارک پُر گوشت تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں، جب آپ ﷺ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن مبارک کے ساتھ توجہ فرماتے تھے (یعنی یہ کہ صرف گردن پھیر کر کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اس لیے کہ اس طرح دوسروں کے ساتھ لا پرواہی ظاہر ہوتی ہے اور بعض اوقات متکبرانہ حالت ہو جاتی ہے، بلکہ سینہ مبارک سمیت اس طرف رخ فرماتے)۔

☆☆☆



مطالعۂ الفاظِ قرآنی

نبی کریم ﷺ کے فرائض منصبی

نوید اسلام صدیقی

اِک پورا تمدن ہے تیری سیرتِ اطہر
دنیا نے سمجھا کہ ہے تہذیب کا فن کیا

ربیع الاول کے متبرک مہینے کے حوالے سے سورہ البقرۃ کی آیت ۱۲۹ ہمارے پیشِ نظر ہے۔ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُو عَلَيۡهِمۡ آيَاتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡکِتَابَ وَالۡحِکۡمَةَ وَيُزَکِّيۡهِمۡ إِنَّکَ أَنتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَکِيۡمُ {۱۲۹}۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی آیندہ نسل کی فلاح دنیا اور آخرت کے واسطے حق تعالیٰ سے ایک نبی کی بعثت کی درخواست کی تو پیغمبر کی آمد کے مقاصد یوں بیان کیے۔ ''اے ہمارے رب ان کے اندر خود ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انھیں تیری آیات سنائے انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے بے شک تو زبردست اور حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور ان ہی خصوصیات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی۔ حدیث میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اس دعا کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ملا کہ آپ کی دعا قبول کر لی گئی اور یہ رسول آخری زمانہ میں بھیجے جائیں گے (ابن جریر وابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے اسے انسانوں پر اپنا ایک احسان قرار دیا ہے۔ سورہ آل عمران (آیت ۱۶۴) میں فرمایا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو اُن پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے، اُن کو پاک کرتا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔'' یہی مضمون سورہ الجمعہ (آیت ۲) میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپ کے عہدہ نبوت و رسالت کے فرائض منصبی تین بیان کیے گئے ہیں۔ ایک تلاوتِ آیات، دوسرے تعلیم کتاب وحکمت، تیسرے لوگوں کا تزکیہ نفس وغیرہ۔

☆ تلاوت آیات کا مفہوم: آیت لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں، جس سے کسی چیز پر دلیل لائی

جا سکے۔اس پہلو سے آسمان وزمین کی ہر چیز آیت ہے۔علی ہذا القیاس قرآن مجید کے الگ الگ جملوں کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔اس لیے کہ فی الحقیقت ان میں سے ہر آیت کی حیثیت ایک دلیل وبرہان کی ہے۔

☆ تلاوت آیات: الفاظِ قرآن قرآن کی حقیقت میں شامل ہیں۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کے منصبی فرائض میں سے پہلا فریضہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے قرآن کی آیات تلاوت کرتے ہیں۔لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اللہ کا نبی اللہ کی کتاب تلاوت کرتا ہے تو وہ اس طرح تلاوت نہیں کرتا جس طرح کوئی خوش الحان قاری لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتا ہے۔ بلکہ اللہ کا نبی جب قرآن پڑھ کر سناتا ہے تو وہ اللہ کے قاصد اور اس کے سفیر کی حیثیت سے اللہ کے فرامین اللہ کے بندوں تک پہنچاتا ہے۔سننے والے چاہے ہزار مخالف ہوں ،چاہے ان کے ہاتھوں پیغمبر کی جان کو بھی خطرہ ہولیکن جب وہ قرآن پڑھتا ہے تو چونکہ اس کی زبان سے اللہ بولتا ہے اس لیے اس کا لب ولہجہ ایک تحکم کا انداز رکھتا ہے اور اس کی بے خوفی اور بے نیازی احکم الحاکمین کی بے خوفی اور بے نیازی کا پرتو ہوتی ہے۔وہ جانتا ہے کہ میں جو کچھ پڑھ کر سنا رہا ہوں یہ میرا نہیں بلکہ اللہ کا کلام اور اس کے احکام کا مجموعہ ہے۔اس کے لب ولہجہ میں شان وشکوہ کے ساتھ ساتھ گہری فکر مندی اور دل سوزی بھی ہوتی ہے جس سے وہ سننے والوں کے نازک احساسات کو بھی انگیخت کرتا ہے اور آنے والے خطرے سے بھی انہیں آگاہ کرتا ہے کہ اگر تم نے قرآن کریم کو کما حقہ اہمیت نہ دی تو یاد رکھو،تم اللہ کے عذاب کا شکار ہو جاؤ گے۔

☆ تعلیم کتاب عظیم: آنحضرت کا دوسرا فرضِ منصبی ،تعلیم قرآن مجید ہے۔ایک معلم کا کام یہ ہے کہ وہ کسی بھی کتاب کے پڑھنے والے کو پہلے الفاظ کے معنی سمجھائے پھر ان کی مراد واضح کرے۔پھر اس میں اگر کوئی مشکلات ہوں تو انھیں آسان کرے۔اگر اس میں کوئی اجمال ہے تو اس کی تشریح کرے،ابہام ہو تو وضاحت کرے۔اگر بین السطور کوئی اشکال ہے تو اُس کو دور کرنے کی کوشش کرے۔اگر کوئی چیز مضمر ہے تو اسے کھولے،اگر کسی آیت کا تعلق احکام سے ہے تو احکام کا معنی اور مفہوم واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی عملی صورت کو بھی واضح کرے۔یعنی تھیوری کو پریکٹس میں لا کر دکھائے اور اگر ضرورت مخاطب کی ذہنی تربیت کی ہو تو سوالات کی صورت میں ذہن کو جلا دینے کی کوشش کرے۔غرضیکہ جن جن باتوں سے

افہام وتفہیم میں آسانی ہو فکر وتدبر کی صلاحیت بڑھے اور کتاب الٰہی پر غور کرنے کی استعداد میں اضافہ ہو وہ کچھ کرنا ایک معلم کی تعلمی ذمہ داری ہے۔آنحضرتؐ نے صحابہ کو تعلیم دیتے ہوئے ان تمام چیزوں کا خیال رکھا اور ان تمام ضرورتوں کو پورا فرمایا بلکہ آپ کی تعلیم کی جو امتیازی خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔وہ یہ ہے کہ ان تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی عمل سے صرف عمل کا نمونہ ہی پیش نہیں فرمایا بلکہ عمل کی آمادگی کے لیے جن احساسات ،محرکات اور کیفیتوں کی ضرورت ہوتی ہے ان میں سے ایک ایک چیز کو آپ نے تعلیم کا حصہ بنالیا۔

☆ حکمت سے مراد کسی نے کہا سنت ہے،کسی نے کہا فہم ہے،کسی نے کہا حق و باطل کے درمیان فرق کرنا ہے،کسی نے کہا علم وعمل مراد ہے،کسی نے قرآن کی صحیح مراد کے سمجھنے کا سلیقہ قرار دیا۔یہ چیز بھی حکمت میں شامل ہے عام ضروریات سے آگے بڑھ کر قرآن کریم کا ایسا ادراک پیدا کردینا کہ جس سے استنباط اور استنتاج کی صلاحیت پیدا ہوجائے اور عبارت کے ساتھ ساتھ اشارات اور اس کی دلالات کو سمجھنے کا ملکہ بھی پیدا ہوجائے اور پھر دل میں ایک ایسی لگن پیدا ہوجائے جس سے کتاب سمجھنے کے ساتھ ساتھ اس کے حقوق ادا کرنے کی امنگ بھی کروٹ لینے لگے۔تو یہی وہ چیز ہے جس کو حکمت کہا جاسکتا ہے اور یہ چیز قرآن کریم کے ساتھ ساتھ حدیث اور سنت کے سائے میں رہنے سے ملتی ہے۔

☆ تزکیہ نفوس کا مفہوم: آنحضرتؐ کا تیسرا فرضِ منصبی تزکیہ نفوس ہے۔تزکیہ نفس سے مراد ہے کہ نفسِ انسانی میں موجود شر کے فطری غلبہ کو دور کرنا اور اسے گناہوں کی ان آلودگیوں اور آلائشوں سے پاک کرنا جو روحانی نشوونما میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ اپنی ذات کو گناہوں سے پاک کرنے کو 'تزکیہ نفس' کہا جاتا ہے۔تزکیہ کے دو پہلو ہیں۔ایک یہ کہ اس کا مطلب گناہوں کو دور کرنا ہے اور دلوں کی صفائی کرنا ہے۔اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ صفائی کے بعد نیکیوں اور اچھے اعمال کی بنیاد رکھنا اور انہیں نشوونما دینا۔نفس سے مراد انسانی ذات یا شخصیت ہے۔چنانچہ تزکیہ نفس کا مفہوم یہ ہوا کہ انسانی شخصیت میں سے برائیوں کو ختم کرنا اور اچھائیوں کو پروان چڑھانا۔تزکیہ نفس دیکھنے میں تو ایک سادہ عمل ہے لیکن عملی طور پر دیکھا جائے تو انتہائی مشکل کام ہے۔لیکن یہی دین کا مقصود ہے اور اسی عمل میں کامیابی کا نتیجہ جنت کی ابدی نعمتوں کی شکل میں نکلے گا۔جبکہ اس میں

ناکامی کا انجام جہنم کے اندر جانا ہے۔

☆ حضرت ابراہیمؑ نے جن مقاصد کے لیے دعا فرمائی اور رسول کریمؐ کو ان کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا تھا وہ تینوں آپؐ کے عہدِ مبارک ہی میں نمایاں طور پر کامیاب ہوئے، پھر آپ کے بعد آپ کے صحابۂ کرام نے تو ان کو مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک ساری دنیا میں عام کر دیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ رسول کریمؐ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے پہلے تلاوتِ آیات کا یہ درجہ ہو گیا تھا، کہ تقریباً پورے جزیرۃ العرب میں قرآن پڑھا جا رہا تھا ،ہزاروں اس کے حافظ تھے،سینکڑوں ایسے حضرات تھے جو روزانہ یا تیسرے روز پورا قرآن ختم کرتے تھے۔ دنیا کے سارے فلسفے قرآن کے سامنے ماند ہو چکے تھے،توریت و انجیل کے تحریف شدہ صحائف افسانہ بن چکے تھے۔۔قرآنی اصول کو عزت و شرف کا معیار مانا جاتا تھا۔ تزکیہ کا یہ عالم تھا کہ ساری بد اخلاقیوں کے مرتکب افراد تہذیبِ اخلاق کے معلم بن گئے تھے۔ جو رہزن تھے رہبر بن گئے، بت پرست لوگ ایثار و ہمدردی کے مجسمے بن گئے۔ تندخوئی اور جنگ جوئی کی جگہ نرمی اور صلح جوئی نظر آنے لگی، چور اور ڈاکو ،لوگوں کے اموال کے محافظ بن گئے۔

☆ آیت ھذا کی روشنی میں ہر مسلمان کے جاننے کے لیے دو ضروری باتیں ہیں اور ہمیں ان دونوں کی اہمیت کو سمجھنا ضروری ہے۔اول یہ کہ قرآن کریم کے الفاظ کی تلاوت اور ان کی حفاظت اور ان کو ٹھیک اسی لب و لہجہ میں پڑھنا جس پر وہ نازل ہوئے ہیں ، یہ ایک مستقل فرض ہے ،اس میں کوتاہی کی کوئی اجازت نہیں ہے۔ قرآن پڑھنے کا ثواب صرف ترجمہ پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ حضورؐ کے دور سے لیکر آج تک ہر مسلمان کے سینے میں کچھ نہ کچھ قرآن کا حصہ محفوظ ہوتا ہے۔ اس میں اضافہ کرتے رہنا چاہیے۔ تلاوت کو باقاعدہ ایک روزانہ کا معمول بنانا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کو عربی میں پڑھ لینا کافی نہیں، ضروری ہے کہ انسان اس کو سمجھنے کی کوشش کرے، ترجمہ جانے بغیر آدمی کو معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ قرآن میں جو احکام، ہدایات اور ترغیبات دی گئی ہیں ، ان سے اللہ تعالیٰ کی حقیقی منشا کیا ہے۔ اگرچہ آج کل کے دور میں مختلف علما کی تحریر کردہ تفاسیر مل جاتی ہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی قابل استاد سے فیض یاب ہونے کی کوشش کی جائے جو آدمی کے ذہن میں پیدا ہونے والے تمام اشکالات کا جواب دے۔ قرآن سمجھنے کے لیے سیرت پاک ﷺ ، احادیثِ نبوی اور آثارِ صحابہ کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

انسان صوم و صلوٰۃ سے نہیں بلکہ معاملات سے پہچانا جاتا ہے (حدیث)

☆ نفس پر غور وفکر: یادرکھیں اپنے نفس پر کنٹرول حاصل کرنا میدان کارزار میں دشمنوں سے مقابلہ کرنے سے کہیں زیادہ مشکل اور دشوار ہے۔ یہ جنگ کسی سے نہیں اپنے آپ سے لڑنی ہے۔ آپ اگر اپنی زندگی کو خوب صورت بنانا چاہتے ہیں تو اسلام کے بتائے ہوئے فرائض باقاعدگی سے ادا کریں اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہیں۔ بہتر ہے کہ اپنے نفس کا حساب و کتاب کرنے کے لیے روز و شب میں سے کسی ایک وقت کا تعین کرلیں (مثلاً رات کو سونے کے لیے جب آپ پلنگ پر لیٹیں) کہ آج میں نے کیسے اعمال انجام دیئے ہیں اور اپنی فرمانبرداری اور نافرمانی کا موازنہ کریں، اگر اس دن اللہ کی نافرمانی یا معصیت کا ارتکاب ہوگیا ہو تو نفس کو ملامت کرنا چاہیے۔ اور واجبات انجام دیئے ہوں اور معصیت کا مرتکب ہونے سے بچ گئے ہوں تو اللہ کا شکر بجالائیں۔ کچھ عرصہ بعد آپ اپنے اندر ایک بڑی تبدیلی محسوس کریں گے اور آپ صبح اٹھنے کے بعد جو کام بھی شروع کریں گے خود آپ کا دل آپ کی رہنمائی کرے گا۔

☆ ایک غلط فہمی کا ازالہ: اس آیت سے یہ مطلب نکالنا غلط ہے کہ ہم یہاں دنیا میں جتنا چاہیں گناہ کرلیں، آخرت میں حضور پاکؐ ہمیں پاک کرالیں گے۔ کیونکہ جب ہم اللہ اور رسول کی بات (قرآن و حدیث کی تعلیمات) پر چلیں گے ہی نہیں تو ایسی نافرمانی کے بعد، کیا رسول اللہ ؐ ہم کو پاک کرالیں گے؟ جب کہ آپ ﷺ تو فرماتے ہیں: واللہ، اگر فاطمہ بنت محمدؓ بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ ڈالوں گا (صحیح بخاری)۔ جو نبیؐ اپنی چہیتی دخترؓ تک کو اس کے گناہ پر سزا دینے کی بات کرتے ہیں، وہ نبیؐ کیا ہمیں ایسے ہی چھڑالیں گے۔

☆ آیئے اللہ سے نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کے ذریعے تزکیہ نفس کی دعا کریں:

''اے اللہ میں تجھ سے عاجز ہونے اور سستی اور بزدلی اور بڑھاپے اور عذابِ قبر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ میرے نفس کو تقویٰ عطا کر اور اس کا تزکیہ نصیب فرما کہ تو ہی تزکیہ کرنے والوں میں سے بہتر ہے۔ اور تو ہی کارساز اور مولیٰ ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع دینے والا نہ ہو اور ایسے دل سے جو ڈرنے والا نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر ہونے والا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول ہونے والی نہ ہو۔

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر ۲۴۰۵)

(مضمون ھذا تحریر کرنے کے لیے مختلف تفاسیر اور دینی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔)



ظہورِ قدسی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد عبید اللہ صاحب

وہ صبحِ بہاراں اور روزِ روشن جب سرکارِ دو جہاں، محسن انسانیت، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ظلم وبدامنی، کفروشرک اور دورِ جہالت کا خاتمہ ہوا، انسانیت توحید کے نُور سے منور ہوئی

محبوب ربّ العالمین، سیدالمرسلین، خاتم النبیین، صاحب قاب قوسین، بشیرونذیر، سراجِ منیر، مولائے کُل، ختم الرُسل، محسنِ انسانیت، رہبرِ آدمیت، یتیمِ عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہ، سیدِّ عرب وعجم، ہادیِ عالم، حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ظہورِ قدسی، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت اور دنیا میں تشریف آوری ایک ایسا تاریخ ساز لمحہ اور عظیم انقلاب ہے، جس نے کائنات کو ایک نئی جہت، نیا موڑ اور فلاح وکامرانی کا ایک نیا دستور عطا کیا۔ اس نورِ مبین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد سے عالمِ شش جہات کا ذرّہ ذرّہ اور حیاتِ انسانی کا گوشہ گوشہ جگمگانے لگا۔ عالمِ انسانیت کی خزاں رسیدہ زندگی میں پرکیف بہار آئی۔ ایمان کی دولت نصیب ہونے سے بندگانِ خدا کو وہ منزل ملی، جس سے توحید کا نور عام ہوا اور کفرو شرک کی تاریکی چھٹ گئی۔ دعائے خلیل، تمنائے کلیم اور نوید مسیحاً حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ظہور قدسی سے عالمِ نو طلوع ہوا۔ انسانیت کی صبح سعادت کا آغاز ہوا تاریخ نے ایک نئے سفر کا آغاز کیا۔ ایسا تاریخ ساز انقلاب رونما ہوا جس نے توحید ورسالت کے نور کو عام کر کے انسانی عزت و وقار اور اعلیٰ انسانی قدروں کو بحال کیا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دنیا میں جب جلوہ فرما ہوئے
زندگی مستند، معتبر ہو گئی
تب گریبانِ شب چاک ہونے لگا
پتّی پتّی سے موجِ بہاراں اٹھی
رُخ سے پردہ اٹھا کر جدھر آ گئے
صبحِ محشر ادھر جلوہ گر ہو گئی
کیا عرب کی زمین، کیا عجم کی زمیں
احتشام مقدر میں کچھ کم نہیں
پھول ہی پھول کھلنے لگے جس طرف
اُن کی رحمت میں ڈوبی نظر ہو گئی

مولانا ابوالکلام آزاد کیا خوب لکھتے ہیں: ''یہی واقعہ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے جو دعوتِ اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا اور یہی ماہ ربیع الاوّل ہے، جس میں اس امتِ مسلمہ کی بنیاد پڑی، جسے تمام عالم کی ہدایت و سعادت کا منصب عطا ہونے

والا تھا۔ یہ ریگستانِ حجاز کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا، یہ عرب کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش نہ تھی، یہ محض قوموں کی طاقتوں کا اعلان نہ تھا، اس میں صرف نسلوں اور ملکوں کی عظمت کی دعوت نہ تھی، جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے بلکہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا۔ یہ تمام دنیا کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش تھی۔ یہ تمام کرۂ ارضی کی سعادت کا ظہور تھا۔ یہ تمام نوعِ انسانی کے شرف و احترام کا پیامِ عام تھا۔ پس یہی دن سب سے بڑا ہے کیوں کہ اسی دن دنیا کی سب سے بڑی بڑائی ظاہر ہوئی۔ اس کی یاد نہ تو قوموں سے وابستہ ہے اور نہ نسلوں سے، بلکہ وہ تمام کرۂ ارضی کی ایک عام اور مشترک عظمت ہے۔ جسے وہ اس وقت تک نہیں بھلا سکتی جب تک کہ اسے سچائی اور نیکی کی ضرورت ہے اور جب تک کہ اس کی زمین اپنی زندگی اور بقا کے لیے عدالت و صداقت کی محتاج ہے۔"

فخرِ موجودات، باعثِ تخلیق کائنات، شافئ محشر، ساقی کوثر، صاحب لوح و قلم، محمدِ مصطفیٰ، احمدِ مجتبیٰ ﷺ کا ظہور قدسی، آپ ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری اور آپ ﷺ کی بعثت پوری کائنات پر بالعموم اور اہل ایمان پر بالخصوص پروردگارِ عالم کا سب سے عظیم احسان ہے۔

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں: "آپ ﷺ کی بعثت کے بعد دنیا کی رُت بدل گئی انسانوں کے مزاج بدل گئے، دلوں میں خدا کی محبت کا شعلہ بھڑکا، خدا طلبی کا ذوق عام ہوا، انسانوں کو ایک نئی دھن (خدا کو راضی کرنے اور خدا کی مخلوق کو خدا سے ملانے اور اس کو نفع پہنچانے کی) لگ گئی، جس طرح بہار یا برسات کے موسم میں زمین میں روئیدگی، سوکھی ٹہنیوں اور پتیوں میں شادابی اور ہریالی پیدا ہو جاتی ہے، نئی نئی کونپلیں نکلنے لگتی ہیں اور در و دیوار پر سبزہ اُگنے لگتا ہے، اسی طرح بعثت محمدی ﷺ کے بعد قلوب میں نئی حرارت، دماغوں میں نیا جذبہ اور سروں میں نیا سودا سما گیا۔ انسانیت صدیوں کی نیند سوتے سوتے بیدار ہو گئی۔ یہ انقلاب عظیم محمد رسول اللہ ﷺ کا عظیم معجزہ اور آپ ﷺ کے "رحمۃ للعالمین" ہونے کا کرشمہ ہے۔

آپ ﷺ نے اعلیٰ اخلاقی اقدار اور مثالی تعلیمات سے اخلاق و کردار اور تہذیب و تمدن سے عاری قوم کی زندگی کا رخ بدل دیا، اس میں خدا کی مدد سے ایمان و عقیدہ پیدا فرما دیا، زندگی کی نئی رُوح پھونک دی، دبی ہوئی صلاحیتیں ابھار دیں، وہ بے جان پتھر تھا، اب وہ ایک جیتا جاگتا انسان بن گیا، وہ بے حس و حرکت مُردہ تھا، اب وہ زندہ ہو کر دنیا پر حکومت کرنے لگا، پہلے نابینا تھا جس کو خود راستے کا پتا نہ تھا، اب وہ ساری دنیا کا رہبر و رہنما بن گیا۔ آپ ﷺ کی

توجہ و تعلیم سے عرب کی برباد شدہ قوم میں ایسا انقلاب رونما ہوا کہ دنیا نے تھوڑے ہی عرصے میں وہ عظیم الشان شخصیتیں دیکھیں جو عجوبۂ روزگار اور دنیا کی تاریخ میں یادگار ہیں۔آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو اللہ تعالیٰ نے جو بلند مقام، جو عظمت و رفعت اور محبوبیت عطا فرمائی، اس میں کوئی آپ ﷺ کا شریک و سہیم نہیں۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی کے متعلق بجا طور پر کہا گیا ہے۔

لایمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر!

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اولادِ آدم کا خلاصہ (منتخب اور مقدّس ہستیاں) پانچ ہیں۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور میں، یعنی حضرت محمد ﷺ اور محمد ﷺ ان میں سب سے افضل مقام پر فائز ہیں۔'' (ابنِ عساکر) اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے ارشادفرمایا ''جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا کہ ''میں نے مشرق و مغرب میں آپ ﷺ سے افضل اور بلند مرتبہ کسی کا نہیں دیکھا۔'' (حاکم، المستدرک)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا، اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق سے پہلے تمہارے نبی ﷺ کا نُور اپنے نُور سے پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جہاں اللہ نے چاہا وہ نُور گھومتا رہا اس وقت لوح تھی نہ قلم، جنت نہ دوزخ، نہ فرشتے، زمین نہ سورج، نہ چاند، جن نہ انسان''۔

(مسندِ عبدالرزاق)

صحابی رسول ﷺ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جبرائیل امینؑ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا، میرا اور آپ ﷺ کا رب مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں نے کس طرح آپ ﷺ کا ذکر بلند کیا؟ میں نے عرض کیا، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ ﷺ کا بھی ذکر کیا جائے گا۔ (جلال الدین سیوطیؒ)

مشہور مفسر قرآن علامہ سید محمود آلوسیؒ قرآن کریم کی آیتِ مبارکہ ''ورفعنالک ذکرک'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں، ''اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کی عظمت و رفعت، آپ ﷺ کی سیرتِ عظمیٰ اور نامِ نامی کی بُلندی اور کیا ہوگی کہ کلمۂ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام نامی کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کا نام ملا دیا۔ آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ملائکہ کے ساتھ آپ ﷺ پر درود بھیجنے اور اہلِ ایمان کو آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم

دیا اور جب بھی آپ ﷺ سے خطاب ہوا، معزز القابات سے خطاب فرمایا گیا، جیسے ''یاآیُھَاالمدثر، یآ ایُھا المزّمل، یاآیُھاالنّبی، یاآیُھا الرّسُول ''وغیرہ، گزشتہ آسمانی صحیفوں میں بھی آپ ﷺ کا ذکرِ خیر فرمایا۔تمام انبیائے کرام اوران کی امتوں سے عہدلیا کہ وہ آپ ﷺ پرایمان لائیں گے۔'' (سیدمحمود آلوسیؒ، روح المعانی)

علامہ قاضی سلیمان منصور پوریؒ خصائصِ مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''بحرالکاہل کے مغربی کنارے سے دریائے ہوانگ ہو کے مشرقی کنارے تک رہنے والوں میں سے کون ہے جس نے صبح کے روح افزا جھونکوں کے ساتھ اذان کی آواز نہ سنی ہو، جس نے رات کی خاموشی میں ''اشھدانّ محمداً رسول اللہ'' کی سُریلی آواز کو جان بخش نہ پایا ہو۔یہی وہ الفاظ ہیں جوجاگنے والوں اورسونے والوں کوان کی ہستی کے بہترین آغاز وانجام کے اعلان سے سامعہ نواز ہیں۔کیارفعتِ ذکرکی کوئی مثال اس سے بالاتر پائی جاتی ہے؟ آج کسی بادشاہ کواپنی مملکت میں، کسی ہادی کواپنے حلقۂ اثر میں یہ بات کیوں حاصل نہیں کہ اس کے مبارک نام کا اعلان ہرروز وشب اس طرح کیا جاتا ہے کہ خواہ کوئی سننا پسند کرے یا نہ کرے، لیکن یہ اعلان ہے کہ پردہ ہائے گوش کو چیرتا ہوا دل کی گہرائی تک ضرور پہنچ جاتا ہے۔(قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللعالمین ﷺ)

موصوف مزید لکھتے ہیں:سیّدِعرب وعجم، حضرت محمد ﷺ کی عظمت و رفعت اورمحبوبیت کے حوالے سے جب ہم آپ ﷺ کے نام نامی ''محمد'' کی لفظی ومعنوی حقیقت کو دیکھتے ہیں تو اس حقیقت کااظہارہوتاہے کہ''محمد'' کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ وہ ذاتِ ستودہ صفات، جس کی بہ تکرار، مسلسل اور بار بار ہر جہت اور ہر زاویے سے تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہو، جس کی تعریف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو۔تعریف کے بعدتعریف اورتوصیف کے بعدتوصیف ہوتی رہے، چنانچہ خود خالقِ کائنات سے لے کر مخلوق تک، انبیائے کرامؑ سے جن وملک تک، حیوانات سے جمادات تک، غرض ہر ذی رُوح اور غیر ذی رُوح سب نے آپ ﷺ کی تعریف بیان کی اور آج بھی دنیا کے ہرکونے میں، فرشِ زمین کے ہر گوشے میں ڈیڑھ ارب اہلِ ایمان کی زبانیں لیل ونہارکی مختلف گھڑیوں میں نہ جانے کتنی بار آپ ﷺ کی تعریف وتوصیف کے لیے رطب اللّسان نظر آتی ہیں۔آپ ﷺ کے شمائل ومحاسن اورمحامد کاذکرِجمیل ہمیشہ جاری رہے گا۔جس طرح فخرِ دوعالم حضرت محمد ﷺ کی عظمت و رفعت کائنات کی ایک روشن ترین حقیقت اور دائمی عمل ہے، اسی طرح

آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر، ادب و احترام اور آپ ﷺ سے غایت درجہ عقیدت ومحبت کا جذبہ بھی اہلِ دل کی متاعِ حیات اور اہلِ ایمان کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محسنِ انسانیت، نبی رحمت، ہادی اعظم ﷺ پوری انسانیت کے نجات دہندہ اور محسنِ اعظم ہیں۔ اس امر کا تقاضا ہے کہ پوری انسانیت بلاتفریق مذہب وملت آپ ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرے۔ آپ ﷺ کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھے۔ آپ ﷺ کی عظمت ومحبوبیت کا کھلے دل سے اعتراف کرے۔ جب کہ امتِ مسلمہ کے دین و ایمان کی بنیاد ہی سرکارِ دوعالم ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی غلامی اختیار کرنے میں مضمر ہے۔ سرکارِ دوجہاں ﷺ سے عقیدت ومحبت کا اظہار اور آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع ایمان کا لازمی اور بنیادی تقاضا ہے۔

اہلِ ایمان کے دل سرورِ کائنات ﷺ کی محبت کے چراغ سے روشن رہتے اور آپ ﷺ کے گلستانِ عقیدت و محبت کی خوشبو سے مہکتے اور لہلہاتے ہیں۔ ان کے دلوں کی دھڑکن اور ہر سانس کی آمد رسولِ اکرم ﷺ کی عقیدت ومحبت، آپ ﷺ کی عظمت ورفعت کے اظہار اور آپ ﷺ کے ذکر سے مشروط ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہمارے دلوں کا کعبہ اور ہماری رُوحوں کا قبلہ ہے۔ ''کعبۃ اللہ'' عبادت وبندگی کا قبلہ ہے، تو آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی عقیدت ومحبت کا قبلہ ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی ''قبلہ نما'' ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ہماری اطاعت ومحبت اور غلامی کا رشتہ جتنا مضبوط ہوگا، اتنا ہی ہمارا قبلہ محفوظ ہوگا، یہی فلاح اور کامیابی کا راستہ اور یہی نجات کی ضمانت ہے۔ اقبال کیا خوب کہتے ہیں:

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ ﷺ است
آبروئے ماز نامِ مصطفیٰ ﷺ است
طُور موجے از غبارِ خانہ اش
کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش
ہستی مسلم تجلی گاہِ اُو
طُور ہا بالد زگردِ راہِ اُو
خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر ﷺ است
نسخۂ کونین راہ دیباچہ اُوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اُوست

......ترجمہ......

رسولِ اکرم ﷺ کا مقام مسلمانوں کے دل میں ہے
اور ہماری عزت وآبرو نامِ مصطفیٰ ﷺ سے ہے
طور ان کے غبارِ خانہ کی ایک موج ہے
اوران کا حجرہ کعبہ کے لیے بھی بیت الحرم ہے
مسلمانوں کی ہستی انہی کی تجلی گاہ ہے
اوران کی گردِ راہ سے کئی طور پیدا ہوتے ہیں

خاکِ مدینہ دونوں جہانوں سے بہتر ہے
مبارک ہے وہ شہر جہاں ہمارے دلبر ﷺ ہیں
کتاب ہر دو عالم کا دیباچہ رسول اکرم ﷺ ہیں
تمام دنیا کے لوگ غلام اور وہ ﷺ سب کے آقا ہیں

حقیقت میں محمد رسول اللہ ﷺ نے نبوت کی کنجی انسانی فطرت کے قفل پر رکھ دی تھی پس وہ کھل گیا اور اس کے تمام خزانے عجائبات، طاقتیں اور کمالات دنیا کے سامنے آ گئے، آپ ﷺ نے جاہلیت کی شہہ رگ کاٹ دی اور اس کے طلسم کو پاش پاش کر دیا، آپ ﷺ نے سرکش اور ضدی دنیا کو خدا کی طاقت سے مجبور کر دیا کہ وہ زندگی کی ایک نئی شاہراہ پر گامزن ہو اور تاریخ میں انسانیت کے ایک بالکل نئے دور کا آغاز کرے (بلند اخلاق و کردار کا)۔ یہ وہ اسلامی دور ہے جو تاریخ کی پیشانی پر ہمیشہ دمکتا رہے گا۔

آپ ﷺ نے علم و عمل اور اخلاق و کردار کا نور پھیلایا ہے اور نور کبھی فنا نہیں ہوتا۔ اس وقت دنیا کا ہر پانچواں انسان آپ ﷺ کا کلمہ گو اور ثناخواں ہے۔ اگر ایک ڈاکٹر کسی مریض کی جان بچانے میں کامیاب ہو جائے تو وہ زندگی بھر کے لیے مریض کے دل میں اپنی جگہ بنا لیتا ہے۔ اگر ایک معلم کسی شاگرد کو فضل و کمال کے مرتبے تک پہنچا دے تو شاگرد ہمیشہ کے لیے اس کا شرمندۂ احسان ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے دنیائے انسانیت کو جو علمی بلندی اور اخلاقی پاکیزگی عطا کی، اس نے پوری دنیا کو آپ ﷺ کا ثناخواں بنا دیا، اللہ نے مزید آپ ﷺ کا رتبہ اس طرح بلند کر دیا کہ دنیا کے ہر خطے میں روزانہ پانچ مرتبہ آپ ﷺ کا ذکرِ خیر ہوتا ہے اور آپ ﷺ کا اجر بڑھتا رہتا ہے۔

اک نام مصطفی ﷺ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں
ورنہ ہر اک عروج میں پنہاں زوال ہے

ایک اور مغربی مصنف "Reverend BushGeorge" لکھتا ہے۔ "الہامی کتابوں کے حوالے سے کوئی بھی تاریخی انقلاب اتنے ہمہ گیر اثرات کا حامل نہیں، جس قدر وہ انقلاب ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ نے پائیدار بنیادوں پر اٹھایا اور پھر اسے بتدریج استوار کیا"۔

☆☆..........☆☆

آپ ﷺ کا نسب مبارک

سیدنا و مولانا محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مُرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نظر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مذر بن نزار بن معد بن عدنان تک آپ ﷺ کے نسب مبارک کے متعلق تمام کا اتفاق ہے۔

☆☆..........☆☆

☆☆..........☆☆

نظم

بیاد والد محترم مولانا محمد عبید اللہ قاسمیؒ

حافظ اجود عبید

میرے استاذ مولانا محمد عبید اللہ قاسمی — زمانہ مقتدی ان کا وہ بردوش امامت تھے
مجسم سیرت نبوی ﷺ تقدس کی علامت تھے — تدبر دانش و حکمت کا اک بہتا ہوا دریا
وہ عالم باعمل بھی تھے — ولی وہ با کرامت تھے
میرے استاذ مولانا محمد عبید اللہ قاسمی — میرے استاذ مولانا محمد عبید اللہ قاسمی

دلیل تھانوی حسن تصوف میں نظر آئی — فصاحت معجزانہ حضرت اعزاز سے پائی
حدیث پاک کے ساغر لیئے مولانا مدنی سے — شعوری جام وحدت کے پیئے مولانا مدنی سے
دمن سے پھول برسائے — تکلم نرم گفتاری
انہی کے دم قدم سے ہے — پھلی پھولی یہ پھلواری
میرے استاذ مولانا محمد عبید اللہ قاسمی — میرے استاذ مولانا محمد عبید اللہ قاسمی

عمر بھر جاں فشانی سے خدا کا دین پھیلایا — سبق علم نبوت کا بڑی محنت سے پڑھایا
جو سیکھا تھا اکابر سے وہی ہم کو ہے سکھلایا — محبت مصطفی کی ہے میرے حضرت کا سرمایہ
میرے استاذ مولانا محمد عبید اللہ قاسمی — میرے استاذ مولانا محمد عبید اللہ قاسمی

طبیعت میں شگفتہ پن شغف شعر و ادب سے بھی — فضیلت کیوں نہ حاصل ہو وہ تھے فاضل دیوبندی
شبانہ روز محنت سے ہے اک شہکار اشرفیہ — نظیر جنت ارضی بنا گلزار اشرفیہ
میرے استاذ مولانا محمد عبید اللہ قاسمی — میرے استاذ مولانا محمد عبید اللہ قاسمی

معلم تھے مدرس تھے عظیم ان کا گھرانہ ہے — فروغ نور قرآنی کا وارث آستانہ ہے
یہ وہ ہستی ہے جن کا ذکر بخشش کا بہانہ ہے — خدا کا شکر ہے لب پر میرے ان کا ترانہ ہے
میرے استاذ مولانا محمد عبید اللہ قاسمی — میرے استاذ مولانا محمد عبید اللہ قاسمی



مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم کی نظر میں!

حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ۹ یا ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن صبح صادق عرب کے بہت ہی مقدس شہر مکتہ المکرمہ میں ہوئی۔ حضور ﷺ کی آمد سے قبل فارس میں ہزار سال سے مسلسل ایک آگ روشن تھی جسے بجھنے نہ دیا جاتا اور اس کی پوجا کی جاتی تھی۔ حضور ﷺ کی ولادت سے قبل مسلسل تین سال سے بارش نہ ہوئی تھی اور قحط کی کیفیت بن چکی تھی۔ انسانیت سسک رہی تھی، اللہ کریم کو اپنے بندوں پر ترس آیا اور اس نے نبی آخر الزمان ﷺ کو مبعوث فرمایا۔
حضور ﷺ نے مدت سے جہالت میں گھری ہوئی قوم کو روشنی دکھائی۔ اللہ نے اپنے سب سے پیارے بندے کو سب سے آخر میں رسالت سے سرفراز فرمایا۔ محبوب ﷺ نے بھی ہر آزمائش کے باوجود اللہ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ بہت سے واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کی مدد و نصرت بھی معجزانہ طور پر شامل حال رہی۔ عام انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اسلام کے دشمنوں کی طرف سے تکلیف پر اللہ کی طرف سے پیغام آتا ہے کہ یا محبوب ﷺ آپ کہیں تو دشمنوں کو پہاڑوں کے درمیان پیس دیا جائے تو جواب ملتا ہے نہیں بلکہ ان میں سے کچھ لوگ اسلام قبول کر سکتے ہیں۔ یہ بھی معجزے سے کم نہ تھا کہ جنگ میں فوج ہونے کے باوجود فرشتے قطار اندر قطار آ کر مدد کو پہنچ جاتے ہیں۔ ایک غریب کے پیسے ابوجہل سے طلب کرتے ہیں تو وہ چپ چاپ واپس کر دیتا ہے۔ سردارانِ کفار نے ابوجہل کا مذاق اڑایا تو کہنے لگا کہ محمد (ﷺ) کے دونوں اطراف دو چھرا بردار تھے جو مجھے مار ڈالنے والے تھے۔ حالانکہ مذکورہ اشخاص باقی لوگوں کو نظر نہ آ رہے تھے۔ موضوع بہت بابرکت اور تفصیل طلب ہے۔ راقم الحروف نے ایک ادنیٰ سی سعی کی ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید بھی اللہ کے سب سے بلند مرتبہ رسول ﷺ کی شخصیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ ان میں چند ایک مقامات قارئین کے مطالعہ کے لیے سپردِ قلم کیے جاتے ہیں۔ اللہ سے عاجزانہ دعا ہے کہ اس کوشش کو فلاح دین و دنیا کا باعث بنا دے۔

☆... یقیناً بڑا احسان کیا اللہ نے مومنوں پر کہ بھیجا ان میں ایک رسول انہی میں سے جو پڑھ

کرسنا تا ہے، انہیں اللہ کی آیات، اور تزکیہ نفس کرتا ہے ان کا اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب اللہ کی اور ان کو حکمت سکھاتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

(سورۂ آل عمران، آیت 164)

☆......جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی در حقیقت اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(سورۂ النساء آیت 80)

☆......اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ سکھایا ہے جو تم نہ جانتے تھے اور تم پر اللہ کا بہت ہی زیادہ فضل ہے۔

(سورۂ النساء آیت 113)

☆......اے اہل کتاب! بلاشبہ تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے جو تمہارے لیے کھول کھول کر بیان کرتا ہے وہ بہت کچھ جو تم چھپاتے تھے کتاب میں سے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے، بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب مبین آ گئی ہے۔

(سورۂ المائدہ۔ آیت 15)

☆......ان لوگوں کے لیے سراپا رحمت ہے جو تم میں سے اہل ایمان ہیں۔

(سورۂ توبہ۔ آیت 61)

☆......مومنوں پر بڑا شفیق اور بے حد مہربان ہے۔ (سورۂ توبہ۔ آیت 128)

☆......اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(سورۂ الانبیاء۔ آیت 107)

☆......اہل ایمان پر اپنی ذات سے زیادہ نبی ﷺ مقدس ہیں۔ اور نبی ﷺ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

(سورۂ احزاب۔ آیت 6)

☆......تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔

(سورۂ احزاب۔ آیت 21)

☆......اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے تم کو گواہ اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(سورہ احزاب۔ آیت 47-45)

☆......اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، ان پر (رسول ﷺ) پر درود اور خوب سلام بھیجا کرو

(سورہ احزاب۔ آیت 56)

☆......اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال مت برباد کرو۔ (سورہ محمد۔ آیت 33)

☆......تعظیم کرو اور توقیر کرو رسول ﷺ کی صبح وشام اللہ کی تسبیح کرو۔ (سورہ فتح۔ آیت 9)

☆......جو کچھ تمہیں رسول ﷺ دیں اسے لے لو اور جس سے تمہیں رسول ﷺ روک دیں بس رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔ بلاشبہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔

(سورۂ الحشر۔ آیت 7)

☆یقینا تمہارے لیے (اے رسول ﷺ)

بے انتہا اجر ہے اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر فائز ہو۔

(سورہ قلم۔آیت 3-4)

☆......اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کر دیا ہے۔

(سورہ الم نشرح۔آیت 4)

حضور اکرم ﷺ کے مقام و مرتبے کو اپنوں اور غیروں سب نے تسلیم کیا ہے۔ ہر طبقے کے فرد نے تعریفِ محمد ﷺ میں اپنا اپنا حصہ ڈالا ہے۔شعراء اور نثر نگار ہر دم کوشش کرتے رہے کہ مقامِ محمد ﷺ کو بیان کرنے کا حق ادا کریں اور بروزِ محشر شفاعت کے حق دار گردانے جائیں لیکن اس مقدس ہستی کے طرزِ زندگی کے ایک پہلو کا احاطہ کرنا بھی شاید ممکن نہ ہو۔حضور ﷺ کی ذات کو خراجِ عقیدت ایک شاعر نے کچھ یوں پیش کیا۔

محمد ﷺ کے خصائل کو میں کیسے یوں بیان کردوں
کہ بحرِ بیکراں کو ایک کوزے میں رواں کردوں
کوئی بھی دعویٰ کرسکتا نہیں ایسی روانی کا
سمندر سے سمجھ لینا یہ قطرہ ایک پانی کا

☆......☆......☆

☆......☆......☆......☆

☆......☆......☆......☆......☆

☆......☆......☆......☆......☆......☆

قانون توہین رسالت ﷺ کا

مبارک ہو تمہیں کارِ ثواب آقا ﷺ کی مدحت کا
مگر اب مسئلہ درپیش ہے آقا ﷺ کی حرمت کا
تحفظ لازمی ہے آج ناموسِ نبوت کا
بکھر جائے گا شیرازہ وگرنہ ساری امت کا
نہ چھیڑے اب کوئی قانونِ توہینِ رسالت کا

بھرم رکھنا ہے ہم کو سرورِ عالم ﷺ کی نسبت کا
یہی اک راستہ ہے دین و دنیا میں سعادت کا
نہیں چھوڑیں گے اب دامن کبھی ہمت و جرأت کا
تقاضا ہے ہمارے جزبہ شوقِ شہادت کا
نہ چھیڑے اب کوئی قانونِ توہینِ رسالت کا

جو شاہِ بحر و بر، نورِ قمر ہے رشکِ خاور ہے
اسی پر دل نچھاور ہے اسی پر جان نچھاور ہے
جہانِ کفر ہر ہر زاویئے سے حملہ آور ہے
تقاضا صاحبِ ایمان سے ہے استقامت کا
نہ چھیڑے اب کوئی قانونِ توہینِ رسالت کا

ہے لپٹی چادرِ مظلومیت میں آسیہ کیونکر
نظر آتی نہیں معصوم و بے بس عافیہ کیونکر
نکالا منصفوں نے عدل کا یہ تازیہ کیونکر
جو سچ پوچھو وطیرہ ہے یہ مغرب کی سیاست کا
نہ چھیڑے اب کوئی کانونِ توہینِ رسالت کا

نہیں گم خوابِ غفلت میں اثر آ بیدار ہیں ہم سب
نبی ﷺ کے دشمنوں سے برسرِ پیکار ہیں ہم سب
نبی ﷺ پر جان دینے کے لیے تیار ہیں ہم سب
ہمارے جیتے جی بِل پاس ہو کیونکر شقاوت کا
نہ چھیڑے اب کوئی قانونِ توہینِ رسالت کا



سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پہ اجمالی نظر

مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی
مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

''حضرت واثلتہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمٰعیل میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا''۔

(رواہ مسلم)

آپ ﷺ شہر مکہ میں سردار قریش حضرت عبد المطلب کے گھر پیدا ہوئے آپ ﷺ کے والد ماجد کا نام نامی عبداللہ اور والدہ محترمہ کا اسم گرامی آمنہ تھا۔

آپ ﷺ کی ولادت سراپا بشارت ربیع الاول کے مہینہ میں دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آٹھویں یا نویں تاریخ کو ہوئی، انگریزی تاریخ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بیان کی گئی ہے اس وقت ایران میں نوشیروان عادل کی حکومت تھی۔

آپ ﷺ کی ولادت بابرکت کے وقت بہت سے عجائب قدرت کا ایسا ظہور ہوا کہ کبھی دنیا میں وہ باتیں نہیں ہوئیں، بے زبان جانوروں نے انسانی زبان میں آپ کی خوشخبری سنائی، درختوں سے آوازیں آئیں، بت پرستوں نے بتوں سے آپ ﷺ کی خوشخبری سنی، دنیا کے دونوں بڑے بادشاہوں یعنی شاہ فارس اور شاہِ رُوم کو بذریعہ خواب آپ ﷺ کی عظمت و رفعت سے آگاہی دی گئی اور یہ بھی ان کو بتایا گیا کہ آپ ﷺ کی سطوت و جبروت کے سامنے نہ صرف کسریٰ و قیصر بلکہ ساری دنیا کی شوکتیں سرنگوں ہوجائیں گی۔

آپ ﷺ شکم مادر میں تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہوگیا اور چار برس کی عمر میں مادرِ مہربان کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔

بچپن میں عجیب وغریب حالات مشاہدے میں آئے، ایک بڑا حصہ آپ ﷺ کی کم سنی کے حالات کا حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، حق یہ ہے کہ بڑی خوش نصیب تھیں۔ بت پرستی اور بے حیائی کے کاموں سے آپ ﷺ ہمیشہ پرہیز کرتے رہے، آپ ﷺ کی

صداقت اور امانت قبل از نبوت بھی تمام مکہ میں مشہور اور مسلم الکل تھی حتیٰ کہ آپ ﷺ کا لقب صادق اور امین زبان زد خلائق تھا۔

جب آپ ﷺ کی عمر گرامی پچیس سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح ہوا جو خاندانِ قریش میں ایک بڑی دانشمند اور دولت مند خاتون تھیں، نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔

جب آپ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی تو دو شنبہ کے دن ۱۷ رمضان کو اور ایک قول کے مطابق ۲۴ رمضان کو جب کہ خسرو پرویز بادشاہ ایران کے جلوس کا بیسواں سال تھا، وہ دولت عظمیٰ آپ ﷺ کو عطا ہوئی جو روزِ ازل سے آپ ﷺ کے لیے نامزد ہو چکی تھی جس کی دعا حضرت خلیل علیہ السلام نے مانگی جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی یعنی حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا رسول بنایا اور سارے عالم کی طرف مبعوث کیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

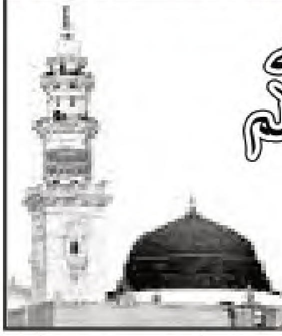
نبوت کے بعد تیرہ برس آپ ﷺ کا قیام مکہ معظمہ میں رہا پھر ہجرت کر کے آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، دس برس مدینہ میں قیام رہا، اس دس سال کے عرصہ میں انیس لڑائیاں بھی آپ کو کافروں سے لڑنی پڑیں۔

بکثرت معجزات وخوارق عادات کا آپ ﷺ سے ظہور ہوا۔ سب سے بڑا معجزہ آپ ﷺ کا قرآن شریف ہے جس میں فصاحت و بلاغت کا اعجاز بھی ہے اور اخبارِ غیب کا بھی اور قوت تاثیر و سرعت تاثیر بھی۔

نبوت کے بارھویں سال جب کہ عمر شریف اکیاون سال نو ماہ کی تھی، حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو معراج عطا فرمائی، یعنی آپ ﷺ کو آسمانوں پر بلایا گیا، جنت و دوزخ کی سیر آپ ﷺ کو کرائی گئی اور عالم ملکوت کے عجائب اور اللہ تعالیٰ کی آیاتِ کبریٰ کا مشاہدہ آپ ﷺ کو کرایا گیا۔

جب عمر شریف تریسٹھ برس کی ہوئی اور ہجرت کا گیارھواں سال شروع ہوا تو بارھویں ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن بوقت چاشت چودہ دن بیمار رہ کر اس عالم سے رحلت فرمائی: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آخری وصیت جو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو فرمائی وہ یہ تھی کہ نماز کی حفاظت کرنا اور اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جس جگہ آپ ﷺ کی وفات ہوئی تھی وہیں آپ ﷺ کی قبر شریف بنائی گئی جو زیارت گاہِ عالم ہے۔

☆☆☆



ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مفتی محمد ندیم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کے ساتھ ہی کفر وظلمت کے بادل چھٹ گئے۔

محسن انسانیت، سرور کائنات، فخر موجودات، امام الانبیاء خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تاریخ عالم کا عظیم واقعہ اور ایک بے مثال انقلاب کا پیش خیمہ ہے، بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور نبوت و رسالت امت پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ''اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام ابھی جسد اور روح میں تھے یعنی ان کی روح ان کے جسم میں داخل نہیں ہوئی تھی اس وقت بھی میں نبی تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبداء کائنات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخزن کائنات ہیں، منشا کائنات اور مقصود کائنات ہیں۔

ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔ اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو نہ بناتا۔

ایک حدیث قدسی میں فرمایا گیا: اے میرے نبی، اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول ہونے کا مضمون قرآن اس طرح بیان کرتا ہے: اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں بھیجا مگر سارے عالموں کے لیے رحمت بنا کر، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی کہلوایا گیا کہ ''تم فرماؤ اللہ تعالیٰ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے''۔

اللہ عزوجل کی عظیم ترین رحمت، فضل اور نعمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر خالق کائنات نے خود مومنین پر اس احسان عظیم کو جتایا ہے۔ سورہ والضحیٰ میں ہے ''اور اپنے رب تعالیٰ کی نعمت کا خوب چرچا کرو'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اللہ تعالیٰ

کی عظیم ترین نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔
ارشاد بانی ہے بے شک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی بہتر ہے اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرے اس میں مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ اگر دین و دنیا کی کامیابی چاہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کو اپنی زندگی کے لیے نمونہ بنالو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرو ہر مسلمان کو حکم دیا گیا ہے۔
مسلمانوں میں بعض بادشاہ ہوں گے بعض حاکم، بعض مالدار، بعض غریب، بعض گھر والے، بعض تارک الدنیا اب ہر شخص چاہتا ہے کہ میری زندگی حضور علیہ السلام کی زندگی کے تابع ہو۔
ربیع الاول مقدس ماہ مبارک ہے جس میں سید المرسلین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔ ''ربیع الاول'' اسلامی تقویم اور ہجری سال کا تیسرا مہینہ ہے دیگر اسلامی مہینوں کی طرح یہ مہینہ بھی نمایاں خصوصیات کا حامل ہے اس ماہ میں 2 ایسے واقعات اسلامی تاریخ کا حصہ بنے جو ہمیشہ کے لیے تاریخ عالم میں ثابت ہو گئے، ان میں ایک محسن انسانیت، خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا واقعہ اور دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری تاریخ انسانیت کا سب سے عظیم اور سب سے مقدس واقعہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے زمین پر تشریف لانا ہی تخلیق کائنات کے مقصد کی تکمیل ہے یہ زمین و آسمان اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر ہی پیدا فرمائے۔
بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی سب سے عظیم نعمت ہے جو خالق کائنات نے اپنی مخلوقات پر فرمائی یعنی ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا کہ اس کی زندگی میں باوجود ان کی نبوت کی موجودگی کے اگر آنے والے نبی تشریف لے آئیں تو پھر کسی نبی کی نبوت نہیں چل سکتی بلکہ اس نبی کو بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لاتے ہوئے ان کی تائید و نصرت کرنا ہو گی جب انبیائے کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ معاملہ ہے تو پھر ان کی امتوں کا کیا وصف ہونا چاہئے؟ ظاہر ہے کہ ان کے لیے تو بدرجہ اولیٰ لازم ہے کہ وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور انبیاء کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے گئے عہد کی پاسداری کرتے ہوئے منشائے ربانی کے مطابق آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری اختیار کریں چونکہ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد

تمام شریعتیں منسوخ ہوگئیں۔
قیامت تک کے لیے دستور حیات صرف اور صرف شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار پائی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ دیجیے کہ لوگو میں تم سب (یعنی پوری انسانیت) کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں (یعنی اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں وہ جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگانی بخشتا ہے اور وہی موت سے ہمکنار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام کلام (یعنی تمام سابقہ کتب وصحائف) پر ایمان رکھتے ہیں ایمان لاؤ اوران کی پیروی کروتا کہ تم ہدایت پاجاؤ۔
(سورہ الاعراف)، یہ اللہ تعالیٰ کا انسانیت پر احسان عظیم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی خاص خطے کسی خاص قوم یا مخصوص زبان والوں کا نبی بنا کر نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری انسانیت کے لیے پیغمبر رشد و ہدایت کے مقام عظمت و رفعت پر فائز کر کے مبعوث فرمائے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا'' بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق کے بلند مقام پر فائز ہیں۔
یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی قرآن مجید کا عکس ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا'' کیا تم نے قرآن مجید نہیں پڑھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن ہی تو ہے۔
''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' تم میں بہترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔'' (بخاری و مسلم)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت، محبت، ہمدردی، صبر و تحمل، برداشت، بردباری، نرمی بھری خیر خواہانہ جدوجہد جو صعوبتوں اور مشکلات کے درمیان رہی ان کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ انسان جن کی تاریخ مورخین نے انتہائی بھیانک لکھی تھی ان کی تاریخ نبی ﷺ کی 23 سالہ مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں انتہائی تابناک بن گئی۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس 23 سالہ مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں دنیا کے اندر ایک عظیم انقلاب آیا جو ہر لحاظ سے منفرد اور بے مثال ہے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح و کامیابی کا عظیم اور تاریخ ساز مظہر ہے۔

☆☆☆

حافظ محمد توصیف عباسی

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

ستون کا رونا:

مسجد نبوی میں پہلے منبر نہ تھا۔مسجد میں خرمے کے تنے کا ایک ستون تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔منبر تیار ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس منبر پر کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دینا شروع کیا تو دفعتاً اس ستون سے بچوں کی طرح رونے کی آواز آنے لگی۔بعض روایتوں میں ہے کہ اونٹنیوں کی طرح بلبلانے کی آواز آئی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتر کر آئے اور ستون پر تسکین کے لئے ہاتھ پھیرا اور اس کو سینہ سے لگایا تو آواز بند ہوگئی۔(صحیح بخاری)

درختوں اور پہاڑوں سے سلام کی آواز:

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ میں ایک طرف کو نکلا تو میں نے دیکھا کہ جو پہاڑ اور درخت بھی سامنے آتا اس سے السلام یا رسول اللہ کی آواز آتی۔(ترمذی)

چٹان کا پارہ پارہ ہو جانا:

غزوہ خندق میں صحابہ کرام خندق کھود رہے تھے۔اتفاق سے ایک جگہ ایک بہت سخت چٹان نکل آئی۔اسے توڑنے کی بہت کوشش کی گئیں مگر وہ نہ ٹوٹی۔کدالیں اس پر پڑ پڑ کر اچٹ جاتی تھیں۔آخر لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر صورت حال عرض کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر خود تشریف لائے اور کدال ہاتھ میں لے کر ایسی ضرب لگائی کہ وہ چٹان چور چور ہوگئی۔(صحیح بخاری)

تلوار کے زخم کا اچھا ہونا:

غزوہ خیبر میں حضرت سلمہ بن اکوع کو ٹانگ میں تلوار کا زخم لگ گیا۔وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر تین مرتبہ دم کر دیا پھر انہیں کوئی شکایت محسوس نہیں ہوئی۔صرف نشان رہ گیا تھا۔(بخاری)

گونگے کا بولنا:

حجۃ الوداع میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت اپنے بچہ کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ بولتا نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگوایا۔ہاتھ دھویا، کلی کی

اور فرمایا کہ یہ پانی اس کو پلا دو اور کچھ اس کے اوپر چھڑک دو۔ کچھ عرصہ بعد وہ عورت آئی تو بیان کیا کہ لڑکا بالکل اچھا ہو گیا اور بولنے لگا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

بیمار کا تندرست ہونا:

حضرت عثمان بن ابی العاص ایک بار سخت بیمار ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے تو فرمایا یہ دعا سات مرتبہ پڑھو اور ہاتھ، بدن پر پھیرو۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ میں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری بیماری دور کر دی حضرت عثمان بن ابی العاص اور میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بھی یہ دعا بتایا کرتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت سعد بن وقاص کی شفایابی:

حضرت سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ گیا۔ وہاں جا کر سخت بیمار پڑ گیا یہاں تک کہ وصیت کی تیاری کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت کو تشریف لائے تو عرض کی یا رسول اللہ! میں اس سرزمین میں مرتا ہوں جس سے ہجرت کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں انشاءاللہ! پھر دعا فرمائی کہ الٰہی سعد کو شفا دے، سعد کو شفا دے، سعد کو شفا دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے سعد کو شفا ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد چودہ پندرہ برس تک زندہ رہے۔ (مسلم)

اندھیرے میں روشنی ہونا:

حضرت انس کہتے ہیں کہ دو صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رات کو دیر تک حاضر رہے۔ جب واپس ہوئے تو رات بہت اندھیری تھی مگر اللہ کی قدرت سے ان کے سامنے دو چراغوں کی طرح آگے آگے کوئی چیز روشن ہو گئی۔ جب دونوں الگ ہو کر اپنے اپنے گھر چلے تو ایک چراغ ایک کے ساتھ اور دوسرا چراغ دوسرے کے ساتھ ہو گیا۔ یہاں تک کہ دونوں گھر چلے گئے۔ (صحیح بخاری)

حضرت علی کی آنکھوں کا اچھا ہو جانا:

غزوہ خیبر میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم عطا فرمانے کے لئے حضرت علی بن ابی طالب کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ انہیں آشوب چشم کی تکلیف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن مل دیا اور دم کر دیا۔ حضرت علی کی آنکھیں اسی وقت ٹھیک ہو گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی آنکھوں میں کبھی درد تھا ہی نہیں۔ (بخاری)

حضرت انس کے حق میں دعا:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت انس کی والدہ انہیں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئیں اور ان کے لئے دعا کی درخواست

کی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترقی مال و اولاد کی دعا دی۔حضرت انس کا بیان ہے کہ آج اس دعا کی برکت سے میرے پاس بہ کثرت دولت ہے،میرے لڑکے اور پوتوں کی تعداد سو کے قریب پہنچ چکی ہے۔اس دعا کا یہ اثر بھی تھا کہ حضرت انس بن مالک کا باغ سال میں دو بار پھل دیتا تھا اس باغ میں ایک پھول کا درخت تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔(مسلم)

اونٹ کی فریاد:

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں گئے۔ وہاں ایک اونٹ چلا رہا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر وہ بلبلا نے لگا اور اس کی دونوں آنکھوں میں آنسو آ گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریب جا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہو گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کا اونٹ ہے ۔۔۔۔؟لوگوں نے ایک انصاری کا نام بتایا۔وہ بلوائے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم ان جانوروں پر جن کو اللہ نے تمہارا محکوم بنایا ہے رحم کیا کرو۔اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور اس کو تکلیف دیتے ہو۔(ابوداؤد)

جنون دور ہونا:

ایک شخص نے آ کر درخواست کی کہ یا رسول اللہ! میرا بھائی بیمار ہے۔دعا کیجئے۔پوچھا کیا بیماری ہے؟عرض کی اس پر جنون کا اثر ہے۔ فرمایا اس کو لے آؤ۔وہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی چند سورتیں پڑھ کر اس پر دم فرما دیا جھاڑ دیا۔حضور کے دم فرمانے کے بعد وہ کھڑا ہوا تو اس پر جنون کا کوئی اثر نہ تھا۔(سنن ابن ماجہ)۔

”هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ“

ترجمہ: ”اللہ وہ ذات ہے جس نے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ غالب کریں اس دین کو تمام ادیانوں پر اگرچہ بُرا مانیں مشرکین“

انسانی تاریخ میں جب بھی انسانی ارتقا میں جمود پیدا ہوا اور انسان فطری اصولوں سے ہٹنے لگا تو رب العالمین نے اپنا وعدہ ”الست“ یاد دلانے کے لیے انسان کی فطری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے نبی بھیجے، انبیاء کا یہ سلسلہ تاریخ انسانی کے مختلف ادوار سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ ہر نبی نے بگڑی ہوئی انسانیت کو راہ راست پر لانے اور انہیں زندگی گزارنے کے اصول سکھائے۔ یوں ہر دور میں انبیاء نے انسانیت کی ڈوبی ہوئی ناؤ کو پیغمبرانہ طرز عمل کو بروئے کار لاتے ہوئے بچایا۔ پھر نبی اکرم ﷺ جو قیامت تک

آنے والے ہر دور اور ہر قوم وملت کے لیے بھیجے گئے اسی لیے اُن کا طرزِ انقلاب بھی منفرد اور انوکھی نوعیت کا تھا۔ جب آپ ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا انتہائی زوال کا شکار تھی، آدھی دنیا قیصر روم اور آدھی دنیا کسریٰ فارس کے ماتحت تھی۔ اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ایرانیوں اور رومیوں کا حال یہ تھا کہ جب ایرانیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے ہوئے صدیاں گزر گئیں، ان پر شیطانیت غالب آ گئی، عیش و عشرت کو زندگی کا مقصد بنا لیا۔ چنانچہ دنیاوی مال ومتاع، لباس کی زیب و زینت، ظاہری رنگینیاں باعث فخر بن گئیں۔ سرمایہ دار اور اُمرا حصول دولت اور اس کے بیجا خرچ کرنے میں دوڑ لگا رہے تھے۔

عالیشان محلات وحمام کی تعمیر، باغات، سواری کے نمائشی جانور، خوب صورت غلام اور حسین باندیاں اپنی زندگی کے لیے لازم قرار دیتے تھے اور اسے زندگی کی ضرورت اصلی سمجھ لیا، صبح وشام عیش ونشاط کی محفلیں ہوتیں جن میں طرح طرح کے کھانے وسیع دسترخوانوں پر جمے ہوتے اور خود لباس فاخرہ پہنے ہوئے ہوتے بیویوں سے لونڈیوں کی طرح کام لیتے تھے اور کھانے کے لیے اتنا ہی دیتے کہ روح اور جسم کا رشتہ برقرار رہے۔

یہاں بھی رؤسا کا الگ طبقہ تھا جس نے عوام الناس کو اقتصادی لحاظ سے اور پروہتوں کے گروہ نے ذہنی لحاظ سے غلام بنا رکھا تھا اس حالت کا نقشہ قرآن کریم نے ان بلیغ الفاظ میں کھینچا ہے:

ترجمہ: "لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا"۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں: "جب یہ مصیبت یعنی اقتصادی لوٹ کھسوٹ کی حد کو پہنچ گئے اور مرض نے شدت پکڑی تو اللہ تعالیٰ اور اس کے مقدس فرشتے سخت ناراض ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت نے فیصلہ کیا کہ اب ان میں اصلاح حال کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے اس مرض سے انسانیت کو نجات دلانے کے لیے اس کا مادہ کسریٰ اور قیصر کی حکومت ہی جسم انسانیت سے کاٹ کر پھینک دی جائے اس انقلاب عظیم کو برپا کرنے کے لیے:

ترجمہ: "یعنی اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو مبعوث فرمایا جو نہ پڑھا تھا" جو ایرانی اور رومی رسم و رواج سے آزاد تھا اسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت صالح کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے معیار بنایا تاکہ پسندیدہ کا علم ہو اور فیصلہ کیا کہ اس نبی کی حکومت کے ذریعے سے کسریٰ و قیصر کی حکومتوں اور اس کی لیڈر شپ کے ذریعے سے ان کی لیڈر شپ کو ختم کر

دیا جائے تا کہ کسریٰ و قیصر فنا ہو جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک قومی اور دوسری بین الاقوامی۔ بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ:

اس بین الاقوامی دعوت دینے والے نبی کی کامیابی کے اصول ان اصولوں سے مختلف ہوں گے جو ایک امام صرف اپنی قوم کے اندر دعوت کے لیے استعمال کرتا ہے۔ ان میں سے ایک اصول یہ ہے کہ یہ بین الاقوامی امام اپنی قوم کو صحیح سنت کی دعوت دے گا اور انہیں پاک کرے گا اور ان کی حالت درست کرے گا۔ اور ان کی مدد سے باقی اقوام عالم سے لڑے گا اور ان کو چاروں طرف اپنی دعوت کا پیغام بھیجے گا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: "کُنتُمْ خَیرَ اُمَتٍ اُخرِجَتْ لِلنَاسِ" تم بہترین امت کے لوگوں کے لیے پیدا کیے گئے ہو پس بین الاقوامی دعوت دینے والا امام اپنا کام بین الاقوامی دعوت سے شروع کرے گا بلکہ سب سے پہلے اپنی اقوم کے صالح عناصر کو جمع کر کے قومی انقلاب برپا کرے گی۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے باشعور نوجوانوں کو دعوت دی جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ حضرت زید بن حارثہؓ اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کی اور ایمان لائے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذریعے سے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت زبیرؓ حضرت عثمان بن عفانؓ اور دوسرے حضرات پروگرام میں شریک ہوئے یہ دعوتِ خاص تھی۔ تقریباً تین سال تک حضرت زید بن ارقمؓ کے گھر میں یہ تعلیم و تربیت کا پروگرام جاری رہا اس کے بعد "وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْن" کے نازل ہونے کے بعد تمام خاندان اور رشتہ داروں کو جمع کیا اور دعوت حقیقت حق دی گئی لیکن حوصلہ افزا جواب نہ مل سکا۔ اس طرح کوہ صفا پر دعوت دی گئی لیکن ابولہب اور دوسرے سرداروں کی جانب سے اس پیغام کو رد کیا گیا۔ بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پروگرام اور مشن کو عدم تشدد یعنی "کُفُّوا اَیْدِیَکُم" کے اصول پر جاری رکھے ہوئے تھے۔ ہر طرف سے فتوے لگتے رہے کبھی کہا گیا کہ صابی ہے، کبھی کہا گیا کہ مجنون ہے، کبھی کہا گیا کہ ساحر ہے وغیرہ۔ لیکن نظریہ اور نصب العین سامنے تھا اس میں کسی قسم کی کوتاہی واقع نہ ہوئی جب مکہ کی سوسائٹی میں مظالم کی انتہا ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ پر زمین تنگ ہو گئی تو حالات کے تقاضے کے پیشِ نظر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت ملی جو کسی قدر دونوں سلطنتوں کے تسلط سے قدر آزاد ملک تھا لیکن

مخالفین نے وہاں تک بھی پیچھا کیا جو سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔اس کے بعد رؤسائے مکہ کے ساتھ مذاکرات بھی ہوئے تھے جو بیعت عقبیٰ اولیٰ اور ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔نبی کریم ﷺ کو مدینہ منورہ آنے کی باقاعدہ دعوت مل چکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن ہجرت کا انتظار تھا تو 584ء میں ہجرت کی اجازت ملی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

مدینہ منورہ میں تشکیل پانے والی اس اسلامی ریاست کے لیے مرکز کی ضرورت ہوئی تو مسجد نبوی کی تعمیر وجود میں آئی۔مدینہ منورہ کو بیرونی اور اندرونی خطرات سے محفوظ بنانے کے لیے نبی کریم ﷺ اور مہاجرین کے درمیان مواخات کا اور غیر مسلموں بنو نظیر بنو قریظہ اور دوسرے قبائل سے میثاق مدینہ کا معاہدہ ہوا جس میں سیاسی اور عمرانی دفعات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔چونکہ مدینہ منورہ میں باقاعدہ ریاست قائم ہو چکی تھی تو مخالفین جس کی قیادت ابوجہل اور دوسرے رؤسا مکہ کرتے تھے کیا نبی کریم ﷺ اور ان کے رفقا کار کو اطمینان سے کام کرنے دیتے؟ لہٰذا ہجرت کے بعد بھی حالات کشیدہ تھے، ۲ھ میں ابوسفیان کا قافلہ مال تجارت لے کر شام سے واپس آرہا تھا کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے چند رفقاء نے دشمن کی اقتصادی ناکہ بندی کی غرض سے اقدام کیا ،ابوسفیانؓ تو راستے سے نکل گئے لیکن بدر کے مقام پر ابوجہل اور ان کے لشکر سے آمنا سامنا ہوا جو لشکرِ اسلام کا پہلا بڑا معرکہ تھا جس میں سرداران قریش قتل اور اسیر ہو گئے اور مقامی طاقت کو پہلا بڑا دھچکہ لگا۔تفصیل احادیث اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اس کے بعد پے در پے غزوات اور سرایا عمل میں آئے جس میں جنگ احد، خیبر، احزاب وغیرہ شامل ہیں۔

6ھ میں نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کرنے کا ارادہ فرمایا لیکن حدیبیہ کے مقام پر کافروں نے روکا جس میں دونوں طرف سے سفارت کاری کے ذریعے مذاکرات ہوئے۔ بالآخر صلح حدیبیہ کی مشہور صلح واقع ہوئی جس میں بظاہر کمزور شرائط پر مسلمانوں نے صلح کی لیکن نبی کریم ﷺ کی دور رس نتائج پر نگاہ تھی اور اس کو فتح مبین سے اللہ پاک نے تعبیر کیا اور اس میں جماعتِ صحابہؓ کا اعلیٰ نظم وضبط اور نبی ﷺ کے فیصلوں کو قبول کرنے کا عملی مظاہرہ تھا اور جماعت ابھی اس پوزیشن میں نہ تھی کہ قومی انقلاب کی تکمیل کرے۔ چونکہ واپسی پر کئی لڑائیاں لڑی جن سے نظام کو خطرہ تھا اور مکہ والوں کے ساتھ چونکہ دس سال جنگ

نہ کرنے کا معاہدہ تھا اس لیے ایک دوسرے کے ساتھ گھل ملنے کا موقع ملا اور ایک دوسرے کے مؤقف کو سمجھنے کا موقع ہاتھ آیا، مسلمانوں کے اعلیٰ نظم عدل و انصاف، محبت اور ہمدردی سے متاثر ہو کر بے شمار لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے اور مشرکینِ مکہ نے خود دو سال کے اندر اندر معاہدہ امن کو توڑا تو مسلمان 8ھ میں مکہ کو فتح کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوئے بغیر کسی خاص مزاحمت کے مکہ فتح ہوا اور نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا:

''لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْم'' اور فرمایا ''اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَۃ'' نبی کریم ﷺ نے ائمہ کفر کے علاوہ سب کو معافی دی اور اپنے رحمۃ اللعالمین ہونے کا عملی مظاہرہ پیش کیا کہ ایک فاتح جرنیل اور جانثار رفقاء کا کام صرف جنگ کرنا نہیں ہے بلکہ مقصد کا حصول ہے خواہ وہ صلح کی صورت میں ہو یا جنگ کی صورت میں ہو یا معافی کی صورت میں ہو۔ مکہ کی فتح قومی انقلاب کی تکمیل تھی۔ نبی کریم ﷺ مکہ کا انتظام مقامی افراد کے حوالے کر کے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ چونکہ مکہ کا فتح ہونا پورے عرب کے لیے ایک غیر متوقع واقعہ تھا جب عرب نے محسوس کیا کہ قریش کو شکست ہوئی تو پوری دنیا سے خصوصاً عرب اور اس کے اطراف سے عموماً وفود کا تانتا بندھ گیا اور قرآن کریم کی آیات کریمہ:

''اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ (۱) وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجاً (۲) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّاباً'' کے خطاب کا عملی مظاہرہ شروع ہوا اور یہی وجہ ہے کہ 9ھ عام الوفود کا سال کہلاتا ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے بین الاقوامی انقلاب کے لیے اقدامات شروع کیے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے جزیرۃ العرب کے باہر جنگوں کے لیے وفود اور لشکر روانہ کیے۔

9ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قیادت میں حج بیت اللہ کے لیے وفود روانہ ہوئے اور اس کے بعد 10ھ میں خود نبی کریم ﷺ اپنی جماعت صحابہؓ کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ اس حج کو حجۃ الوداع اور اس میں جو خطبہ دیا اس کو خطبۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ جس میں اپنے پورے انقلاب کا عملی مظاہرہ تنظیمی شکل میں سامنے آیا اور ایک نئے دور کا آغاز ہوا جس میں نبی کریم ﷺ نے بین الاقوامی اصول کا اعلان کیا سب سے پہلے عام اقوام کو جان، مال اور عزت کی حفاظت کا یقین دلایا کہ اس انقلاب سے ڈرو نہیں یہ عام اقوام کی جان مال و عزت کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔ اسی خطبہ میں نبی کریم ﷺ نے سود اور استحصال کی ممانعت فرمائی جو سرمایہ دارانہ نظام کے خاتمے کا اعلان ہے، اسی خطبہ

میں نبی کریم ﷺ نے نماز کی اہمیت اور کمزور طبقات کے حقوق پر زور دیا اور قرآن پاک کی اہمیت کے اصولوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب معاشرہ میں فساد اور جمود آجائے تو قرآن کریم کے اصولوں پر ہی انقلاب برپا ہوسکتا ہے جو ہر زمانہ اور ہر وقت کے لیے انقلاب مکمل ہوا۔

آپ ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت نے اس قومی انقلاب کو استحکام بخشا اور جو شورشیں مختلف ناموں سے برپا ہوئی تھی، مثلاً کسی نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا، کسی نے زکوٰۃ بیت المال کو دینے سے انکار کر دیا اور کسی نے خلافت کا دعویٰ کیا تو تمام شورشیں نبی کریم ﷺ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اوران کی جماعت نے کچل ڈالی اور پھر حضرت عمر فاروقؓ کے دور حکومت میں قیصر روم اور کسریٰ فارس کو شکست ہوئی اور بین الاقوامی انقلاب مکمل ہوا، حضرت عثمان بن عفانؓ کے دور میں بین الاقوامی انقلاب کو استحکام ملا اور پھر ایک ہزار سال تک پوری دنیا میں مسلمانوں کی براہ راست یا ان کے ماتحت حکومتیں تھیں اور اللہ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ''هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّه'' وہ صادق ہوا۔

حاصل کلام: جب بھی انسانی سوسائٹی میں زوال اور انحطاط پیدا ہو جائے تو انقلاب کے لیے تین بنیادی اصول اپنائے جائیں۔

(۱)......اعلیٰ نظریہ یعنی نصب العین۔

(۲)......حکمت عملی اور لائحہ عمل عصری تقاضوں اور معروضی حالات کے مطابق اپنانا۔

(۳)......جماعت جو اس نظریہ کے ساتھ متفق ہو، پھر جماعت کے اوصاف ان میں موجود ہوں۔ جو وحدت فکری، وحدت عملی مالی اشتراک اور علمی اشتراک نظم وضبط اور امیر کی اطاعت یعنی جماعتی پالیسیوں کی پابندی ہیں۔

تو یہ جماعت پہلے قومی تبدیلی لائے گی اور پھر بین الاقوامی انقلاب برپا کرے گی اور معاشرہ ایک بار پھر عروج حاصل کرے گا۔ اللہ پاک ہمیں عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو اس کو چاہیے کہ یہ دعا پڑھے۔ **اللھم** افتح لی ابواب رحمتک اور جب مسجد سے نکلے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ **اللھم** انی اسئلک

(مظاہر حق ص ۲۰۴ جلد اول)

☆☆☆



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت

حافظ فواد اجود

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زیر کر دیا اور مجھ سے ایک بکری لے لی۔

''رُکانہ بن عبد یزید سے روایت ہے'' اور یہ لوگوں میں سب سے قوی مشہور تھے' کہ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی چند بکریوں کو چرا رہے تھے۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے شروع شروع کی ہے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''کیا مجھ سے کشتی لڑتے ہو؟'' میں نے کہا اچھا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جی ہاں مجھ سے''۔

میں بولا اچھا کیا دو گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو جیتے اس کی ایک بکری۔'' میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی لڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زیر کر دیا اور مجھ سے ایک بکری لے لی۔ پھر مجھ سے فرمایا: ''کیا دوبارہ پھر کشتی لڑو گے؟''۔ میں بولا بہت اچھا۔

میں نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی لڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھ کو زیر کر دیا اور ایک بکری مجھ سے اور لے لی۔

اس مرتبہ میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہیں مجھ کو پچھڑتے ہوئے کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا دیکھ رہے ہو؟'' میں نے کہا یہ دیکھ رہا ہوں کہ مبادا مجھ کو کہیں کوئی اور بکریاں چرانے والا دیکھ رہا ہو اور میرے مقابلہ کی اس کو بھی ہمت ہو جائے' کیونکہ میں سب سے زور آور آدمی مشہور ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا تیسری بار پھر لڑتے ہو؟ اور جیتو گے تو ایک بکرے ملے گی''۔

میں بولا بہت اچھا۔ میں نے پھر کشتی لڑی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھ کو زیر کر دیا اور مجھ سے ایک بکری لے لی۔ اب تو میں غمگین ہو کر بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''غمگین کیوں ہو؟'' میں نے کہا سب سے پہلے تو اس بات پر کہ جب میں عبد یزید کی بکریاں

جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور بڑے کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں (حدیث)

لے کر واپس ہوں گا تو ان میں تین بکریاں جو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے چکا ہوں (وہ کم ہوں گی)۔

دوسری بات یہ ہے کہ مجھ کو یہ بڑا گھمنڈ تھا کہ قریش میں سب سے زیادہ مضبوط آدمی میں ہوں (مگر آج اس کے خلاف نکلا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا چوتھی بار پھر کشتی لڑتے ہو؟'' میں نے کہا کیا اب تین بار پٹ جانے کے بعد بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا لو بکریوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ میں تم کو سب واپس کیے دیتا ہوں۔'' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب واپس کر دیں۔

پھر اس کے متصل ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا شہرہ ہو گیا۔ اُس وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور مشرف بہ سلام ہو گیا۔ اور میرے اسلام کا باعث یہی بات تھی کہ میں یقین کر چکا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنی طاقت سے زیر نہیں کیا' بلکہ ضرور کسی اور دوسری (الٰہی) طاقت سے زیر کیا ہے۔''

رُکانہ کے ساتھ کشتی لڑنے کا یہ واقعہ اوائل نبوت کا ہے۔

اس میں ہمارے لئے بہت سی راہ نمائی موجود ہے۔ اول یہ کہ نبوت کے ابتدائی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور بکریاں چراتے تھے۔ اگر چہ اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کو پندرہ سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا، بی بی صاحبہ دولت مند خاتون تھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی دولت پر انحصار نہیں کیا' بلکہ اپنے ہاتھ سے روزی کمانے کو ترجیح دی اور اپنے چچا ابو طالب کی بکریاں چراتے رہے۔

یوں روزی کمانے کے معمولی سمجھے جانے والے کاموں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے عظمت ملی۔ آج کسی شخص کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ محنت مزدوری کے کاموں کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ بلکہ اسلامی تعلیمات کی رو سے تو بہترین روزی وہی ہے جو اپنے ہاتھوں سے کمائی جائے۔

رُکانہ قریش کا نامور پہلوان تھا۔ اس کے مقابلے کا طاقتور کوئی دوسرا نہ تھا۔

وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بکریاں چراتا تھا۔ حالات تو ایسے تھے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چیلنج کرتا مگر کشتی لڑنے کی دعوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دی۔ اس پر اسے تعجب ہوا کہ مجھ جیسے پہلوان کو یہ چیلنج! چنانچہ وہ آمادہ ہو گیا اور کہا کہ کشتی جیتنے والے کو کیا ملے

گا؟اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بکریوں کے گلے میں سے ایک بکری۔

''چنانچہ کشتی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گرادیا اور ایک بکری اُس سے لے لی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کہا کہ دوسری بار کشتی لڑوگے؟تو رُکانہ نے کہا ہاں۔اب دوسری بار کشتی ہوئی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے گرادیا اور اُس سے ایک اور بکری لے لی۔اب تو رُکانہ پریشان ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کوئی دوسرا انسان اسے کشتی میں مات کھاتے ہوئے دیکھ تو نہیں رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تجھے کیا ہے کہ اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے؟ رُکانہ نے کہا: یہ دیکھ رہا ہوں کہ چرواہوں میں سے کوئی مجھے دیکھ تو نہیں رہا کہ اس کو بھی میرے مقابلے کی ہمت ہو جائے، کیونکہ میں تو آج تک سب سے زورآور آدمی مشہور ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیسری بار کشتی کروگے؟اگر جیت گئے تو ایک بکری تمہاری۔رُکانہ نے ہاں کرلی اور کشتی شروع ہوگئی۔

اب کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رُکانہ کو گرادیا اور اُس سے ایک بکری لے لی۔اب تو رُکانہ کا برا حال تھا۔وہ دل شکستہ اور غمگین ہوکر بیٹھ گیا۔یہ دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رُکانہ! تجھے کیا ہے؟''رُکانہ نے کہا: پہلی بات تو یہ ہے کہ تین بکریاں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے چکا ہوں، جب واپس جاؤں گا تو گلے کے مالک کو کیا جواب دوں گا؟ دوسرے یہ کہ میں تو اپنے کو قریش کا سب سے طاقتور شخص سمجھتا تھا مگر آج تو میں ایسا نہ رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اچھا چوتھی بار پھر کشتی کرتے ہو؟''رُکانہ نے کہا کہ کیا اب تین بار پٹ جانے کے بعد بھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اچھا سنو تینوں بکریاں میں تجھے واپس کیے دیتا ہوں۔''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں بکریاں اُس کو دے کر اسے مطمئن کردیا۔اس واقعے کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی شہرت ہوگئی۔

اس وقت رُکانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کرلیا۔حضرت رُکانہ کہتے ہیں کہ یہی واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سبب بنا کہ میں اسلام لے آیا، کیونکہ مجھے یقین ہوچکا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی طاقت سے زیر نہیں کیا بلکہ ضرور کوئی دوسری طاقت مجھے مغلوب کرنے کا سبب بنی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نامور پہلوان کو چیلنج کرنا ظاہر کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی مدد پر پورا بھروسہ تھا کہ ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی ہوگی جو رُکانہ کو حیرت میں ڈال دے گی، اور رُکانہ جب سوچے گا تو پھر میری نبوت پر ایمان لے آئے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جیتنے پر بکریاں وصول کرنا بھی کسی مالی منافع کے لئے نہ تھا، ورنہ آپ رُکانہ کو بکریاں واپس نہ کرتے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اُس کو پریشان دیکھ کر ہی بکریاں واپس کر دیں، حالانکہ اس نے اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی التجا نہیں کی تھی۔ ازخود بکریاں واپس کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل سے کسی اچھے نتیجے کی توقع رکھتے تھے جو بالآخر رُکانہ کے اسلام لانے کی صورت میں سامنے آ گیا۔

رُکانہ کو غمگین دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دلجوئی کی جس میں اُمت کے لئے ایک بہت اچھی مثال ہے۔

اگرچہ شرط لگانا اچھی بات نہیں، مگر اول تو یہ نبوت کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے جب ابھی تفصیلی احکام نازل نہیں ہوئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے حکم کے پابند تھے۔ دوسرے یہ شرط تو مثبت نتائج کے لئے تھی نہ کہ مال اکٹھا کرنے کے لئے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رُکانہ کو بن مانگے اس کی بکریاں واپس کر دیں۔ پھر شرط تو رُکانہ نے لگائی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف قبول کی۔ رُکانہ کو یقین تھا کہ وہ شرط جیت جائے گا اور اسے فائدہ حاصل ہوگا، لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ اُس کا مقابلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامور پہلوان کو پچھاڑ دینا ایک معجزہ تھا، اسی لئے رُکانہ کو اپنے ہارنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہ آئی اور اسے اقرار کرنا پڑا کہ اُس کی شکست مدمقابل کی جسمانی قوت کے بل پر نہ تھی بلکہ یہ کوئی اور ہی طاقت تھی جس نے اُسے مغلوب کیا۔

چنانچہ جب اسلام کا شہرہ ہوا تو یہی گزرا ہوا واقعہ رُکانہ کی ہدایت کا سبب بن گیا اور اُس نے اسلام قبول کر لیا۔

☆

☆.....☆

☆.....☆.....☆

حافظ عباد اجود

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رحم دلی

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ تھا، جب اس اُونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو ایسا ڈکرایا اور ایسی درد بھری آواز نکالی جیسے بچے کے جدا ہونے پر اونٹنی کی آواز نکلتی ہے، اور اس کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب تشریف لے گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کنوتیوں پر اپنا دست شفقت پھیرا (جیسے کہ گھوڑے یا اونٹ پر پیار کرتے وقت ہاتھ پھیرا جاتا ہے) وہ اونٹ خاموش ہو گیا۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا: ''یہ اونٹ کس کا ہے؟ اس کا مالک کون ہے؟'' ایک انصاری نوجوان آئے اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ اونٹ میرا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس بے چارے بے زبان جانور کے بارے میں تم اس اللہ سے ڈرتے نہیں جس نے تم کو اس کا مالک بنایا ہے؟ اس نے مجھے شکایت کی ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو، اور زیادہ کام لے کر تم اس کو بہت دکھ پہنچاتے ہو۔''

اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔

حبشہ میں جب نجاشی نے مسلمانوں کے ساتھ مذاکرات کیے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ہی اسے سورۂ مریم کی آیات سنا کر مطمئن کیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے اور لشکر اسلام کے علم بردار مقرر ہوئے۔ جنگ کے دوران ان کے دونوں بازو کٹ گئے اور وہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بازوؤں کے بدلے میں جنت میں انہیں دو پر عطا فرما دیے ہیں اور وہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔

چنانچہ انہیں جعفر طیار اور ذوالجناحین بھی کہا جاتا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ رضی

اللہ عنہ انہی کے بیٹے ہیں۔ والدہ کی طرف سے حضرت عبداللہ محمد بن ابی بکر کے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بڑے فیاض تھے اور ان کا اعزازی لقب ''بحر الجود'' (سخاوت کا دریا) تھا۔

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے تو وہاں ایک اونٹ تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دردناک آواز نکالی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تکلیف سے آگاہ کرنا چاہا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کے پاس گئے اس کی کنپٹیوں پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور پھر دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ جب اس کا مالک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ تم اس بے زبان جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے؟ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور کام بھی اس کی طاقت سے زیادہ لیتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کامل لے کر آئے تھے جس میں حقوق و فرائض کی پوری وضاحت موجود ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کسی بھی ذی روح کو تکلیف نہ پہنچاؤ بلکہ اگر کسی کو تکلیف میں دیکھو تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرو خواہ وہ انسان ہو یا حیوان۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) ''ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس مخلوق میں سے اللہ کا محبوب ترین بندہ وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرے''۔

گویا مخلوق کے ہر فرد کے ساتھ حسن سلوک اور نرمی کا برتاؤ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے خواہ وہ انسان ہو یا حیوان۔ ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی کہا گیا ہے اور مسلمان کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو ہاتھ اور زبان سے کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچائے بلکہ بھائی ہونے کا تقاضا پورا کرتے ہوئے ہر دوسرے مسلمان کا ہمدرد اور خیر خواہ ہو۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے (صحیحین)۔ مومن تو مومن ہے اسلام تو پرامن کافروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔ حد تو یہ ہے کسی بھی جاندار کو تکلیف پہنچانا بڑا گناہ اور ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو اپنا کنبہ کہا ہے۔ جس طرح سربراہ خاندان کو اپنے افراد خانہ سے محبت ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ

کو اپنی مخلوق کے ہر فرد کے ساتھ محبت ہے۔

اسی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ جانوروں کو تنگ کرنے سے منع کیا گیا ہے' پالتو جانوروں سے ان کی طاقت کے مطابق کام لینے اور پوری غذا دینے کی تاکید کی گئی ہے۔

اس حدیث میں مذکور اونٹ کا مالک اسے کم خوراک دیتا' بھوکا رکھتا اور کام اس کی طاقت سے زیادہ لیتا تھا۔ چنانچہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک کو خوف خدا کا احساس دلایا اور اس جانور کے معاملے میں اسے نصیحت کی کہ اسے پوری خوراک دیا کرے اور کام بھی مناسب لے۔

یہاں ایک اور بات بھی معلوم ہوتی ہے' وہ یہ کہ اس اونٹ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور اُن کے پاس اپنی تکلیف کی شکایت کی۔ کتنے ہی بڑے چھوٹے لوگ اس اونٹ کے پاس سے گزرتے ہوں گے' اسے دیکھتے ہوں گے مگر اس نے کسی اور سے شکایت نہیں کی بلکہ اس ہستی کو اپنی شکایت سنائی جہاں اس کا شکایت کرنا سود مند تھا۔ چنانچہ اس کے مالک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں مناسب تنبیہہ کر دی۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین مخاطب انسان آپ کو نہ پہچان سکے اور بجائے اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہتے اُلٹے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے اور اذیت دینے میں حد کر دی' مگر حقیقت یہ ہے کہ ابو جہل' ابو لہب اور دوسرے سرداران قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح پہچانتے تھے مگر بدقسمت تھے کہ تعصب نے ان کو اندھا کر رکھا تھا' ورنہ قرآن میں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے۔

گویا جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اسلام نہ لائے ان کے مفادات آڑے آئے اور وہ اپنے آباء واجداد کے باطل طریقوں کو چھوڑنے کی ہمت نہ کر سکے۔ اس کے برعکس یہ اونٹ کتنا بخت آور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود چند قدم چل کر اس کے پاس گئے اور اس کی کنپٹیوں پر ہاتھ پھیرا اور اس کی شکایت سنی۔

جانوروں کے ساتھ رحم دلی کا سلوک کرنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے۔

اس سلسلہ میں کتب حدیث میں کئی واقعات ملتے ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

کے صاحبزادے عبدالرحمن اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں:

''ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے، اس اثنا میں ہماری نظر ایک سرخ چڑیا (غالباً نیل کنٹھ) پر پڑی، جس کے ساتھ ایک چھوٹے چھوٹے دو بچے بھی تھے۔

ہم نے ان بچوں کو پکڑ لیا، وہ چڑیا آئی اور ہمارے سروں پر منڈلانے لگی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کس نے اس کے بچے پکڑ کے اسے ستایا ہے؟ اس کے بچے اس کو واپس کر دو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیونٹیوں کی ایک بستی دیکھی (یعنی زمین کا ایک ایسا ٹکڑا جہاں چیونٹیوں کے بہت سوراخ تھے اور چیونٹیوں کی بہت کثرت تھی) ہم نے وہاں آگ لگا دی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کس نے ان کو آگ سے جلایا ہے؟'' ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے ہی آگ لگائی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آگ کے پیدا کرنے والے رب کے سوا کسی کے لئے یہ سزاوار نہیں ہے کہ وہ کسی جاندار کو آگ کا عذاب دے۔'' (سنن ابی داؤد)

حلال جانوروں کو ذبح کر کے اُن کا گوشت کھانے کا حکم ہے کہ وہ اسی لئے پیدا کیے گئے ہیں، مگر ان کو بھوکا پیاسا رکھنا، انہیں مارنا پیٹنا اور ضرورت سے زیادہ کام لینا گناہ کی بات ہے۔ مسلمان کو ہدایت ہے کہ جب وہ جانور کو ذبح کرے تو چھری کو خوب تیز کر لے تاکہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔

پھر ذبح کرنے سے پہلے اُسے بھوکا پیاسا نہ رکھے بلکہ اسے پانی اور چارہ مہیا کرتا رہے۔ اس کی کھال اُس وقت اُتارنا شروع کرے جب وہ پوری طرح بے حس وحرکت ہو جائے۔ اسی طرح کسی زندہ جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح بھی نہ کرے۔

لوگ جانوروں کے حقوق کو عام طور پر کوئی اہمیت نہیں دیتے، حالانکہ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے اور جانوروں پر ظلم کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

ایک عورت بلی کو بھوکا پیاسا رکھنے کی پاداش میں جہنم کا ایندھن بن گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ''ایک بے درد اور بے رحم عورت اس لئے جہنم میں گرائی گئی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر (بھوکا مار ڈالا) نہ تو اُسے

خود کچھ کھانے کو دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑوں سے اپنی غذا حاصل کر لیتی۔'' (بخاری و مسلم)

یہ بنی اسرائیل کی ایک عورت تھی جس کا حال اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرما دیا۔ اسی طرح ایسا بھی ہوا کہ ایک شخص نے کسی جانور پر رحم کھایا اور بھوک اور پیاس میں کھانا پانی دیا یا اس کے دکھ درد کو محسوس کیا اور اس کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی خطاؤں کو معاف کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس اثنا میں کہ ایک آدمی راستہ چلا جا رہا تھا' اسے سخت پیاس لگی۔

چلتے چلتے اسے ایک کنواں ملا' وہ اس کے اندر اترا اور پانی پی کر باہر نکل آیا۔ کنوئیں کے اندر سے نکل کر اس نے دیکھا کہ ایک کتا ہے جس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے اور پیاس کی شدت سے وہ کیچڑ کھا رہا ہے۔ اُس آدمی نے دل میں کہا کہ اس کتے کو بھی پیاس کی ایسی ہی تکلیف ہے جیسی کہ مجھے تھی۔ چنانچہ وہ اس کتے پر رحم کھا کر پھر اس کنوئیں میں اترا اور اپنے چمڑے کے موزے میں پانی بھر کر اُس نے اس کو اپنے منہ سے تھاما اور کنوئیں سے باہر نکل آیا اور اس کتے کو وہ پانی اس نے پلا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی رحم دلی اور اس محنت کی قدر فرمائی اور اسی عمل پر اس کی بخشش کا فیصلہ فرما دیا۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ سن کر دریافت کیا یا رسول اللہ! کیا جانوروں کی تکلیف دور کرنے میں بھی ہمارے لئے اجر و ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! ہر زندہ اور تر جگر رکھنے والے جانور (کی تکلیف دور کرنے) میں ثواب ہے۔'' (بخاری و مسلم)

یہ جذبہ ترحم اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ارحم الراحمین ہے اور اسے رحم دل لوگ پسند ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''رحم کرنے والوں اور ترس کھانے والوں پر بڑی رحمت کرنے والا (اللہ تعالیٰ) رحم کرے گا۔ زمین پر رہنے بسنے والی اللہ کی مخلوق پر تم رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔'' (جامع ترمذی' سنن ابی داؤد) اسی مضمون کو شاعر نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہو گا عرشِ بریں پر

☆

☆.....☆.....☆



ختم نبوت ﷺ

مفتی خالد محمود

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت و راہنمائی کیلئے انبیائے کرامؑ کو وقتاً فوقتاً اس دنیا میں بھیجا جنہوں نے آکر انسان کو دنیا میں آنے کا اصل مقصد بتایا اور اسے صحیح خطوط پر زندگی گزارنے کے طور طریقوں سے آگاہ کیا۔ یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا۔ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سلسلہ نبوت جو حضرت آدمؑ سے شروع ہوا تھا، وہ آنحضرت ﷺ پر ختم کر دیا گیا۔ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ کی امت آخری امت ہے، اس کے بعد کوئی امت نہیں ہوگی آپ پر جو کتاب (قرآن کریم) نازل ہوئی ، وہ آخری کتاب ہے یہ عقیدہ ختم نبوت کہلاتا ہے۔ ''عقیدہ ختم نبوت'' اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے، اس پر ایمان لانا اسی طرح ضروری ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا، کیوں کہ یہ عقیدہ قرآن کریم کی سو سے زائد آیات اور دو سو احادیث سے ثابت ہے، امت کا سب سے پہلا اجماع بھی اسی پر منعقد ہوا، یہی وجہ ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ اسلامی تاریخ کے کسی دور میں مشکوک اور مشتبہ نہیں رہا اور نہ ہی کبھی اس پر بحث کی ضرورت سمجھی گئی، بلکہ ہر دور میں متفقہ طور پر اس پر ایمان لانا ضروری سمجھا گیا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان بلکہ ملت اسلامیہ کی تاریخ میں 7 ستمبر کا دن انتہائی اہمیت کا حامل ہے یہ وہ تاریخی دن ہے جس دن مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور اسے آئین کا حصہ بنا کر ملت اسلامیہ کے جسد سے کاٹ کر پھینک دیا گیا۔ قوموں کی تاریخ میں ایسے فیصلے کبھی کبھار ہی وجود میں آتے ہیں جس کے اثرات ونتائج صرف اس قوم اور اس ملک تک ہی محدود نہیں ہوتے، بلکہ پوری دنیا پر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اس قومی اور آئینی فیصلے سے پاکستان اور مسلمانوں کا وقار بلند ہوا، دنیا پر قادیانیوں کا کفر واضح ہوا اور جو پوری دنیا میں یہ تاثر دینے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ پاکستان میں ان کی حکومت ہے اور ان کا دارالخلافہ ربوہ ہے، ان

کا یہ جھوٹ دنیا پر آشکارا ہوا۔ بے شمار وہ لوگ جو ان کے دام ہم رنگ زمین کا شکار ہو کر ان کے جال میں پھنس گئے تھے، ان پر ان کا کفر کھل گیا اور وہ قادیانیت سے تائب ہو کر دوبارہ دامن اسلام سے وابستہ ہوئے۔ بہت سے ممالک ان کی حقیقت سے آگاہ ہوئے، انہوں نے بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ ان کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کی، اس فیصلے سے اغیار کو بھی اس بات کا احساس ہو گیا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور مسلمانوں میں ابھی وہ غیرت وحمیت موجود ہے کہ وہ ناموس رسالت کی حفاظت کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا سکتے ہیں اور ان میں اتنی ہمت ہے کہ وہ دین کی سربلندی کے لیے جرأت مندانہ اقدام کر سکتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ سے محبت ہر مؤمن کا سرمایہ ایمان ہے بلکہ آپ ﷺ سے محبت ایمان کا جزو ہے، کوئی شخص اس وقت تک مؤمن ہی نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کے دل میں آپ ﷺ کی محبت نہ ہو، بلکہ تمام جہاں سے حتیٰ کہ اپنی اولاد، اپنے ماں باپ اور اپنی جان سے بھی آپ ﷺ زیادہ عزیز نہ ہوں، اس وقت تک ایمان مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں آپ ﷺ کی محبت کا دریا موجزن ہوتا ہے، وہ ہر بات برداشت کر سکتا ہے، لیکن رسالت مآب ﷺ کی شان اقدس میں ادنیٰ سی بھی گستاخی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں اور ہمہ وقت وہ آپ ﷺ کی عزت و ناموس پر مر مٹنے، اپنی اولاد، اپنا مال، اپنی جان سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار و آمادہ رہتا ہے۔ جب بھی کسی دریدہ دہن نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی ناپاک جسارت کی، مسلمان دیوانہ وار میدانِ عمل میں آئے اور اس کا قلع قمع کر کے چھوڑا۔

حضور اکرم ﷺ جو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کی ذات اقدس پر انبیاءؑ کا سلسلہ ختم ہو گیا، اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ کی ختم نبوت کے بعد کسی کا نبوت کا دعویٰ کرنا، صرف آپ ﷺ کی ختم نبوت کا انکار نہیں، بلکہ آپ ﷺ کی توہین ہے اور صرف آپ ﷺ کی ہی نہیں بلکہ تمام انبیاءؑ کی توہین ہے، ختم نبوت کی دیوار میں سوراخ کرنا اور نقب لگانا دین کے تمام نام کو درہم برہم کرنا اور اللہ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنا ہے۔

اسلام کی بنیاد کلمہ طیبہ پر ہے، اس کلمے کے دو جزو ہیں: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار، محمد الرسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعتراف و اقرار۔ اس اعتراف کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مدعی الوہیت کا وجود نا قابل برداشت ہے، اسی طرح محمد الرسول اللہ ﷺ کے بعد کسی مدعی نبوت کا بساطِ نبوت پر قدم رکھنے کی جرأت کرنا بھی لائق تحمل نہیں۔ یہی ''عقیدۂ ختم نبوت''

کہلاتا ہے۔ جس پر صدرِ اول سے آج تک امت مسلمہ قائم رہی ہے۔ اس مسئلے میں امت مسلمہ بھی قائم رہی ہے۔ اس مسئلے میں امت مسلمہ کبھی دورائے کا شکار نہیں ہوئی۔ جو لوگ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ایمان و اقرار سے سرشار ہو کر نورِ ایمان سے منور ہو چکے ہیں اور اسلامی برادری کا حصہ ہونے پر فخر کرتے ہیں ان پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ مشرکوں کی سرکوبی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے باغیوں کے خلاف بھی سینہ سپر ہو جائیں اور جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹے طلسم کو پاش پاش کر کے رکھ دیں۔ اسی ذمہ داری کا نام ''تحفظ ختم نبوت'' ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ امت مسلمہ نے اپنے اس فریضہ سے کبھی غفلت نہیں برتی۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں نے نئی نبوت کا ڈھونگ رچا کر مسلمانوں کی عقیدت و محبت کا مرکز بدلنے کی کوشش کی، حضور اکرم ﷺ سے محبت کا جو مضبوط رشتہ ہے، بلکہ ان کے ایمان کا حصہ ہے، اس رشتے کو ختم کرنے اور کمزور کرنے کی کوشش کی، جسے ایک ادنیٰ مسلمان بھی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔

عقیدہ ختم نبوت دین کی بنیاد ہے، دین اسلام کی عمارت اسی عقیدے پر استوار ہے، پاکستان جو اسلام کے نام پر بنا، اس کی بقا اور اس کا تحفظ بھی اسی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ سے وابستہ ہے۔ محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: ''کسی عمارت کی بنیاد کھود کر اسے اپنی جگہ سے ہٹا دینا اور پھر یہ توقع رکھنا کہ عمارت جوں کی توں قائم رہے گی، ایک مجنونانہ حرکت ہے، ملت اسلامیہ کا شیرازہ ختمی مرتبت حضرت محمد ﷺ کی ذات عالی قائم ہے اور یہی وجود پاکستان کا سنگ بنیاد ہے، جو شخص اس سے انحراف کرتا یا اسے منہدم کرتا ہے، وہ اسلام، ملت اسلامیہ اور پاکستان تینوں سے غداری کا مرتکب ہے، ایک ایسے شخص سے جو ملک و ملت کی جڑوں پر تیشہ چلا رہا ہو، کسی مفید تعمیری خدمت کی توقع رکھنا خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے، جو شخص سرور عالم ﷺ کا وفادار نہ ہو، وہ ملک و ملت کا وفادار کیونکر ہو سکتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ملت اسلامیہ کا اجتماعی ضمیر کبھی برداشت نہیں کر سکا کہ آنحضرت ﷺ کے بجائے کسی اور شخص کو محمد رسول اللہ ﷺ اور رحمۃ اللعالمین کی حیثیت سے کھڑا کیا جائے اور اس کے لیے وہ تمام حقوق و مناصب اور آداب و القاب تجویز کیے جائیں جو مسلمانوں کے مرکز عقیدت کے ساتھ مختص ہیں، بایں ہمہ یہ اصرار بھی کیا جائے کہ وہ مسلمان ہے، ملک و ملت کا وفادار ہے اور مسلمانوں کو اس پر اعتماد کرنا چاہیے''۔(بصائر و عبر)

جب کبھی قوم کے سامنے نوجوانوں کے سامنے، پڑھے لکھے طبقے کے سامنے ان کے عقائد، افکار و نظریات حوالہ جات کے ساتھ واضح کیے گئے تو انہیں یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ قادیانیوں کا اسلام

اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ اسلام کے متوازی اور مقابل ایک مذہب ہے، لیکن اپنے مفادات کے لیے یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور مسلمانوں میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قومی اسمبلی میں جب مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں پر جرح شروع ہوئی اور سوال و جواب ہوئے تو ہر ایک کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس پوری بحث کے دوران ایک مرتبہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی ممبر نے ان کے حق میں کوئی ایک لفظ کہا ہو، ان سے ہمدردی کا اظہار کیا ہو، کسی بات پر ناراض ہو کر احتجاج کیا ہو، بائیکاٹ تو دور کی بات صرف واک آؤٹ ہی کیا ہو، بلکہ بحث کے آخر میں ممبران اسمبلی نے اپنے جن خیالات کا اظہار کیا، وہ خیالات بتارہے ہیں کہ ان کی رائے قادیانیوں اور لاہوریوں کے حق میں کیا تھی۔

قومی اسمبلی کی یہ مصدقہ رپورٹ شائع ہوگئی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ گواہوں پر جرح کے دوران کسی ممبر کو اظہار خیال کی اجازت نہیں دی گئی، انہیں آخر میں موقع دیا گیا، قادیانیوں اور لاہوریوں نے جب اپنا موقف بیان کر دیا تو مفتی محمودؒ نے پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے اپنا موقف پیش کیا جو دو دن میں مکمل ہوا۔ قادیانیوں کے محضر نامے کا شق وار جواب مولانا غلام غوث ہزاروی نے دیا جسے مولانا عبدالحکیم نے پڑھ کر سنایا۔ دو دن اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے بحث کو سمیٹتے ہوئے اپنا بیان مکمل کیا۔ پوری رپورٹ پانچ جلدوں میں **2952** صفحات پر مشتمل ہے۔ ویسے تو پوری رپورٹ ہی پڑھنے کے قابل ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ پوری جرح، بیانات اور غور و خوض کے بعد قومی اسمبلی کی اس خصوصی کمیٹی نے اپنی رپورٹ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو پیش کی وہ پہلے فیصلے کے لیے **7** ستمبر کی تاریخ طے کر چکے تھے، چنانچہ **7** ستمبر کو قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا، جس میں خصوصی کمیٹی کی سفارشات پیش کی گئیں اور آئین میں ترمیمی بل پیش کیا گیا۔ رائے شماری کے بعد اسپیکر قومی اسمبلی نے پانچ بج کر باون منٹ پر اعلان کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی آئینی ترمیم کے حق میں ایک سو تین ووٹ آئے ہیں، جبکہ مخالفت میں ایک ووٹ بھی نہیں ڈالا گیا۔ اس طرح قومی اسمبلی میں یہ آئینی ترمیمی بل اتفاق رائے سے منظور کرلیا گیا۔ قادیانی اپنے عقائد و نظریات کی بنیاد پر اپنے وجود کے اول دن سے ہی اسلام سے خارج تھے بلکہ انہوں نے ایک نئے نبی کو مان کر از خود اپنا راستہ مسلمانوں سے علیحدہ کرلیا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ خود بھی اپنے علاوہ دیگر تمام مسلمانوں کا کافر سمجھتے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے انہیں کافر قرار نہیں دیا ہاں قومی اسمبلی نے ان کو افکار و نظریات، عقائد و خیالات کو دیکھتے ہوئے ان کی آئینی حیثیت متعین کی کہ وہ دیگر غیر مسلم اقلیتوں کی طرح ایک اقلیت ہیں۔☆☆☆



محمد ﷺ کے فضائل و مناقب

عبد اللہ

بلغ العلیٰ بکمالہ، کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ، صلوا علیہ وآلہ

اس کائنات کی ہر چیز رب کی مخلوق ہے، لیکن مخلوق میں ایک بے مثل ہستی، جس جیسا دوسرا نہ ہماری بزم خیال میں، نہ دوکانِ آئینہ ساز میں، رب العزت اور ساری مخلوق کی نسبت سے جو محمد ﷺ اور اپنی ذات کے اعتبار سے احمد ﷺ یعنی جو سب کی جانب سے تعریف کیا ہوا اور خود اپنے معبود و مالک کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔ پیغمبر علیہ السلام کا ذکر ہر ایک نے کیا خالق نے بھی اور مخلوق نے بھی۔ بلکہ مخلوق نے تو آپ ﷺ کا تذکرہ سودائی بن کر کیا:

گر میں بھی مرمٹا اُن پہ ناصح تو کیا بُرا کیا
میں تو دیوانہ سہی ساری دنیا تو سودائی نہیں

قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں نبی محتشم ﷺ کا تذکرہ، ان کے اوصاف و کمالات، اُن کا مقام و مرتبہ، اُن کا مقصد و مشن، اُن کی جلوت وخلوت، اُن کی قیادت و سیادت، اُن کی زندگی کے نشیب وفراز، اُن کے اخلاق وعادات اور اُن کے ذوق ومزاج کا تذکرہ مختلف انداز سے کیا۔ ان میں سے ہر ایک پر بہت کچھ کہا گیا اور لکھا گیا، لکھا جا رہا ہے، اور لکھا جاتا رہے گا۔ کائنات ہستی کی یہ وہ واحد شخصیت ہے، جن کی تاریخ زندگی کی حفاظت کے لیے پانچ (5) لاکھ افراد کے حالات زندگی محفوظ کیے گئے تاکہ اُن کی ذات کے حوالے سے جب کوئی شخص بات کرے تو یہ تحقیق کردی جائے کہ یہ شخص قابلِ اعتماد ہے یا نہیں۔ قرآنِ مجید میں اس شخصیت کا تذکرہ کس کس عنوان سے ہوا ہے، اس مضمون میں اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اسم با مسمّیٰ:

آنحضرت ﷺ کے اسماء مبارک جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں، سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ خود آنحضرت نے اپنے اسماء کو بیان فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں تقریباً ۲۸ نام لائے گئے ہیں۔ آپ نام سے عام آدمیوں کی طرح نہیں۔ بقول مولانا حفظ الرحمن:

"یہ حقیقت ناقابل فراموش ہے کہ آپ ﷺ کے اسماء وصفات محض رسمی نہیں

کہ والدین نے جو چاہا، رکھ دیا اور احباب و اصحاب نے جس صفت و لقب سے چاہا، پکار لیا۔ بلکہ ان اسماء و صفات کا آپ ﷺ کی زندگی اور اخلاق و اعمال کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے"

محمد ﷺ اس ہستی کو کہتے ہیں جس کے تذکرے ہمیشہ خوبی و نیک گوئی کے ساتھ ہوتے ہیں اور احمد کا اطلاق اس ذات پر ہوتا ہے جو سب سے زیادہ حمد الٰہی کے لیے نغمہ سخن ہو۔ یہ ذات اقدس کی عبدیت کاملہ اور انسان کامل ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ بلاشبہ آپ ﷺ خدا پرست انسان کے لیے مبشر و بشیر اور فتنہ پرور مفسدوں، کافروں اور مشرکوں کے لیے منذر و نذیر ہیں اور روز قیامت صادق و کاذب، دونوں پر شاہد و شہید ہیں۔ چشم حق بین کے لیے مذکر (ناصح) ہیں راہ حق سے بھٹکے ہوؤں کے لیے ہادی اور خدا سے بھاگنے والوں کے لیے داعی، اُن کا وجود رحمت ہے۔ کائنات عالم کے لیے اور نظام کائنات کے لیے ان کی ہستی نعمت ہے۔ جہل و شرک کے لیے نور اور پیغام الٰہی کے لیے نبی رسول، مصائب و آلام میں عزیز اور نوع انسانی کے ہر گوشہ حیات کے لیے رؤف و رحیم، اُن کی صدا صدائے حق اور ان کی ذات الصادق الامین، قرآن خدا کا آخری پیغام، اس لیے وہ خاتم النبیین، اُن کی بعثت عالمگیر......اس لیے طٰہٰ و یٰسین، وہ آسمانِ نبوت کے سراج منیر...... عالم ادیان و ملل کی سلطانی کے باوجود گداء کملی پوش ہیں......اس لیے مزّمِل المُدثر، پھر باایں ہمہ حسن کمال "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ" اور "لَمَّا قَامَ عَبۡدُ اللہ"...... کے مصداق ہیں۔ خدا پر توکل اُنکا شعار، اس لیے المتوکل وہ خدائے برحق کا برگزیدہ و مختار...... بارگاہ الٰہی میں ابرار و مقربین سے بھی زیادہ...... مصطفٰی و مجتبٰی، نیکوکار و صالحین کے لیے...... الشفیع المشفع ﷺ" فرش پر اسم محمد، عرش پر احمد سے مشہور ہے۔ دنیا میں یہ نام آپ ﷺ سے قبل کسی کا نہیں رکھا گیا جیسی تعریف مخلوق میں آپ کی کی گئی کسی دوسرے کی نہیں، یقیناً آپ ﷺ اسم بامسمیٰ ہیں۔

سراپا نبوی ﷺ:

رنگ، خوشبو، صبا، چاند، تارے، کرن،
پھول، شبنم، شفق، آبجو، چاندنی
اُن کے دلکش سراپا کی تخلیق میں
حُسن فطرت کی ہرچیز کام آگئی

شمائل میں آنحضرت ﷺ کا سراپا تفصیل سے مذکور ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کو جو کمال بھی دیا گیا اعلیٰ درجہ کا دیا گیا۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ کا جو سراپا ذکر کیا ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کو گویا آپ ﷺ کی منشاء کے مطابق پیدا کیا گیا بقول حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

"کانک قد خلقت کماتشاء"

مولد نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم:

پیغمبر علیہ السلام مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن کریم نے نہ یہ کہ اس مکہ کا تذکرہ کیا بلکہ اس کی قسم بھی کھائی:

"لَااُقْسِمُ بِهٰذَاالْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَاالْبَلَد" (سورۃالبلد)"وَهٰذَاالْبَلَدِالْاَمِيْن" (سورۃ تین)(تفسیر کبیر، جلد۳،ص۱۷۹)

مکہ ویسے بھی محترم تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت اور وہاں اقامت کی وجہ سے اسے مزید فضیلت ملی، خود حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مکہ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

"ما اطیبک من بلد و احبک الیٰ اللہ لو لا ان قومی اخرجونی منک ماسکنت غیرک" (رواہ الترمذی، ج۲،ص۱۸۷)

آپ کی بعثت جن حالات میں ہوئی اس کا نقشہ سید سلیمان ندویؒ کے بقول:

"آج کی تاریخ وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیرکہن سال، کروڑوں برس صرف کیے، سیارگان فلک اس دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔چشم کہن مدتہائے دراز سے اسی صبح جان نواز کے لیے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔کارکنان قضاوقدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابروباد کی تیردستیاں، عالم قدس کے انفاسِ پاک،توحید ابراہیمؑ، جمال یوسفؑ، معجزہ موسیٰؑ، جان نوازیٔ مسیحؑ سب اس لیے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں اور شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دربار میں کام آئیگی، آج ایوان کسریٰ نہیں بلکہ شان عجم، شوکت روم، اوج چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے، آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتش کدہ کفر، آذرکدہ گمراہی سرہو کر رہ گئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بت کدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراق خزاں رسیدہ ہو کر ایک ایک کر کے جھڑ گئے، یعنی یتیمِ عبداللہ، جگر گوشۂ آمنہ، شاہ حرم، حکمران عرب، فرماں روائے عالم، شہنشاہ کونین عالم قدس سے عالم امکان میں تشریف لائے"۔ (سیرۃ النبی،ص۱۷)

پیکرِ خلقِ عظیم:

اسی حرم مکہ کا دریتیم جن بلند اخلاق اور عمدہ فضائل سے نوازا گیا، کوئی دوسرا نہ ان کمالات کا مستحق تھا اور نہ کسی کو یہ کمالات مجموعی عطا کیے گئے۔مخلوق میں جو کمال کبھی کسی کو دیئے گئے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات بابرکات میں یکجا کر دیئے گئے۔

بقول حضرت نانوتویؒ:

جہاں کے سارے کمالات اک تجھ میں ہیں
تیرے کمالات کسی میں نہیں مگر دو چار

قرآن کریم نے ان کے اخلاق و کمالات کا اجمالی تذکرہ "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْم"

سے کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا ذکر: ''اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاق'' سے کیا کہ مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔ آپ ﷺ کی اُن اخلاقی خوبیوں کو آپ کی رفیقۂ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجمالاً بیان کیا تھا جس کو امام بخاریؒ نے ان الفاظ میں درج کیا ہے: جس کا ترجمہ ہے:

''ہرگز نہیں اللہ آپ کو غمزدہ نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مقروضوں کا بار اُٹھاتے ہیں۔ غریبوں کی اعانت کرتے ہیں۔ مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں۔ حق کی حمایت کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔''

خشیت الٰہی، محبت باری، توکل علی اللہ، صبر و شکر، دوام عمل، جود و سخا، مہمان نوازی، عیب جوئی سے اجتناب، سادگی، بے تکلفی، تواضع، عاجزی، عزم و استقلال، شجاعت و بہادری، ایفائے عہد، زہد و قناعت، عفو و درگذر غرباء سے محبت و شفقت آپ ﷺ کے خصوصی اوصاف اور اخلاق تھے۔

بارگاہ نبوت میں سید الملائکہ کی حاضری:

سید البشر ﷺ اپنے خالق و معبود کی عبادت کے لیے ماہ بہ ماہ غارِ حرا میں محو عبادت رہتے۔ ایک دن سید الملائکہ رب العزت کا پیغام لے کر حاضر ہوئے ''اِقْرَاءِ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَق'' اس رب کے نام سے پڑھیں جس نے پیدا کیا ہے۔ ان پیغامات کو یاد کرنے کے لیے آپ ﷺ جلدی جلدی اپنی زبان کو حرکت دیتے کہ مبادا اس خطرہ سے کہ کہیں پیغام کا کوئی حصہ رہ نہ جائے تو رب العزت کی جانب سے فرمایا گیا کہ ''لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَ قُرْاٰنَہٗ'' (سورۃ قیامہ، ۱۵) جلدی نہ کریں یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اس ذاتی پیغام کو آپ کے سینہ میں محفوظ کریں اور آپ کی زبان سے کہلوائیں، اس ملاقات سے آپ ﷺ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ گھر تشریف لائے ہیں اور غمگسار زوجہ سے اس کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ وہی فرشتہ ''یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّل'' اور ''یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّر'' کے کلمات کے ساتھ رب العزت کا پیغام لے کر آجاتا ہے اور انہیں اس عظیم ذمہ داری کی بجا آوری کے لیے اُٹھنے اور رب کی کبریائی کا اعلان کرنے کا حکم سناتا ہے۔ ''یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّر قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّر'' اُٹھیے، قوم کو ڈرائیے اور رب کی کبریائی بیان کیجئے۔

دردر پہ صدا:

اس حکم الٰہی کی تعمیل میں نبی علیہ السلام اپنے آرام و آسائش کو بھول گئے۔ اور ہر انسان کو رب کا آشنا بنانے کی فکر دامن گیر ہوئی۔ ہر وقت یہ چاہت اور لگن ہے کہ کس طرح ہر ایک

تقدیر الٰہی کو کوئی چیز نہیں بدلتی مگر دعا اور عمر کو کوئی چیز نہیں بڑھاتی بلکہ نیکی (حدیث)

شخص اپنے رب کو ماننے اور اس کی ماننے والا بن جائے۔ یہ ان کے دل کا ایک روگ بن گیا جو رات کی تنہائیوں میں انہیں تڑپانے لگا۔ اب شب کی آہیں اور سسکیاں زندگی کی رفیق بن گئی۔ پیغمبر علیہ السلام کی اس حالت کو رب العزت نے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اتنی فکر بھی نہ کریں کہ دوسروں کے غم میں اپنے آپ کو پگھلا دیں:

"فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا" (سورۃ کھف، ٦٠)

ہر بات وحی کی ترجمانی:

پیغمبر علیہ السلام کو جہاں دیگر خصوصیات عطا فرمائی گئی وہاں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر بات دین اور وحی کہلائی۔

کوئی بات وحی سے ہٹ کر نہیں:

"وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" (سورۃ نجم، ۴، ۳)

"نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ وہی کچھ زبان سے نکالتا ہے جس کی اسے وحی کی جاتی ہے" چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی عبداللہ ابن عمرؓ سے فرمایا:

"اکتب فوالذی نفسی بیدہ مایخرج منہ الاحق"

سدرۃ المنتہیٰ تیری راہ گذر میں:

پیغمبر علیہ السلام پر امتحان و آزمائش کی آندھیاں اپنی انتہا کو پہنچیں اور غموں کی بارشیں ہونے لگیں تو اللہ رب العزت نے ان کے لیے کائنات کی وسعتوں کو سمیٹ دیا۔ فرش کے اس مسافر کو جس کے پاؤں تلے مکہ کی گلیوں میں کانٹے بچھائے جا رہے تھے اور سر پر خاک ڈالی جا رہی تھی، تاریکی شب میں اُٹھایا بیت المقدس سے گزارتے ہوئے عرش تک پہنچایا۔ قدرت الٰہی کا نظام بھی بڑا عجیب، کبھی تو شعب ابی طالب میں بھوکا رکھا جا رہا ہے اور پتے کھانے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور کبھی عرشوں سے آسمانوں پر استقبال کرایا جا رہا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار کرایا جا رہا ہے۔ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ یوں کیا گیا:

"سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی" (سورۃ بنی اسرائیل)

مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب واحترام کو وحی سے بتایا گیا کہ جس مجلس میں پیغمبر علیہ السلام تشریف فرما ہوں وہاں کسی بھی شخص کی آواز ان کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے، ورنہ اعمال کے ضائع ہوجانے کا خطرہ ہے۔

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ

اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْن"

"اَتَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا" (سورۃ النور ۶۳)

تمہاری پکار، باہم ایک دوسرے سے، نبی علیہ السلام اس سے بہت بلند ہیں۔ انہیں اس طرح سے نہ پکارو، بلکہ ادب ملحوظ رکھو اور تمہاری آواز پیغمبر علیہ السلام کی آواز سے بلند نہ ہو، ورنہ اعمال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

رحمتوں کی سوغات:

اس مرکز رشد و ہدایت کو اپنی خصوصی رحمتوں سے نوازا، خود رب العزت رحمتیں بھیجتے ہیں اور اس کے ملائکہ درود و سلام کی سوغات لے کر اترتے ہیں۔ ایمان والوں کو بھی حکم دیا گیا وہ بھی اس سوغات کو بھیجنے میں شریک ہوں۔

"اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ صَلُّوْ اعَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْ ا تَسْلِیْمًا" (سورۃ احزاب ۵۶)

الٰہی محبوب کل جہاں کو دل و جگر کا سلام پہنچے
نفس نفس کا درود پہنچے نظر نظر کا سلام پہنچے
بساط عالم کی وسعتوں سے جہانِ بالا کی رفعتوں سے
ملک ملک کا درود اُترے بشر بشر کا سلام پہنچے

دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلبہ:

پیغمبر علیہ السلام جو دین لے کر تشریف لائے وہ قیامت تک ساری انسانیت کے لیے ہے اور اس کا تقاضا ہی یہ ہے کہ باقی تمام ادیان پر اسے غلبہ دیا جائے لہٰذا اس کی تعلیمات، کل انسانیت کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر اور آنے والے تمام خطرات کو پیش نظر رکھ کر متعین کی گئیں ہیں۔ جو اس اعتبار سے کامل و مکمل اور زندگی کے کسی بھی شعبے میں، کسی بھی فرد کو، کسی بھی وقت، کسی اور کی طرف نگاہ اُٹھانے کی ضرورت نہیں رہی۔ قرآن نے جہاں اس تکمیل کا اعلان کیا:

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (سورۃ مائدہ، آیت ۲)

وہاں دیگر ادیان پر غلبہ کا ارشاد فرمایا:

"ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ"

لہٰذا تمام سماوی و ارضی ادیان اب منسوخ ہو چکے۔ کوئی سابقہ نبی اگر دنیا میں آئے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کے تابع ہو گا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لو کان موسیٰ حیا ماوسعہ الا اتباعی" (رواہ احمد، مشکوٰۃ، ص ۳۰)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

خالق کی جانب سے انسانیت کی ہدایت کا سلسلہ ابتداء آفرینش سے رہا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو یکے بعد دیگرے اس کے لیے مبعوث فرمایا، لیکن پیغمبر علیہ السلام کو یہ اعزاز عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا

نبی نہیں آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اب قیامت تک کے سارے انسانوں اور جنوں کے لیے ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ"

(سورۃ احزاب ۴۰)

صاحب معارف القرآن نے اس آیت کے ذیل میں تحریر فرمایا: "صفتِ خاتم الانبیاء ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالات نبوت ورسالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں تدریجاً ترقی ہوتی رہتی ہے اور انتہا پر پہنچ کر اس کی تکمیل ہوتی ہے اور جو آخری نتیجہ ہوتا ہے وہی اصل مقصود ہوتا ہے۔

دائمی معجزہ:

ہر نبی کو اس کی نبوت کی تصدیق اور ثبوت کے لیے بطور دلیل معجزہ عطا کیا، وہ معجزہ اس زمانے کے حالات کی مناسبت سے تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے معجزات عطا کیے، مستقل کتب اس موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ اُن معجزات میں پتھروں اور درختوں سے سلام آنا، ستون کا رونا، چٹان کا پارہ پارہ ہونا، اشارہ سے بتوں کا گر جانا، کھانے سے تسبیح کی آواز آنا، درختوں کا چلنا، اندھیرے میں روشنی، ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا۔ انگلی کے اشارے سے چاند کا دو ٹکڑے ہونا، کنکریوں کا کلمۂ شہادت پڑھنا۔ لیکن سب سے اہم اور دائمی معجزہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائمی نبوت کے لیے دائمی دلیل کے طور پر ہے، وہ قرآن مجید ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔ بشر اس جیسی کلام لانے سے عاجز ہے۔ یہ چیلنج قرآن کا کل کی طرح آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ اس دائمی معجزہ کی حفاظت اور بقا کا خود اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" (الایۃ)

بے مثل خاندان:

جیسے پیغمبر علیہ السلام مخلوق میں بے مثل، اسی طرح خاندان بھی بے مثل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کے لیے جن عورتوں کو آپ کے حرم میں لایا گیا ان جیسی عورتیں بھی دوسری نہیں:

"يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" (سورۃ احزاب)

اے نبی کی عورتو! تم عام عورتوں کی مانند نہیں۔

ظاہر ہے اس عظمت و تقدس کے کچھ اپنے تقاضے ہیں جن کو اس نبوت کی نسبت سے ملحوظ رکھنا چاہیے۔ بقول صاحب تفسیر عثمانی "اللہ تعالیٰ نے تمہیں سید المرسلین کی زوجیت کے لیے منتخب فرمایا اور امہات المومنین بنایا۔ لہٰذا اگر تقویٰ وطہارت کا بہترین نمونہ پیش کرو گی

اصل مجاہد وہ ہے جو خدا کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کرے (حدیث)

جیسا کہ تم سے متوقع ہے، اس کا وزن اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا ہوگا۔

نبیوں کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

پیغمبر علیہ السلام کی خصوصیات میں ایک یہ خصوصیت بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا جس طرح عام انسانوں کو حکم ہے اس طرح دیگر انبیاء کو بھی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نبی ہی نہیں، بلکہ نبیوں کے بھی نبی ہیں۔ (تفسیر عثمانی، ص ۷۸)

مقام محمود:

حشر کی ہولناکیوں میں وہ لمحہ، جب انسانیت کرب و اضطرار میں ہوگی اور ہر ایک بشمول حضرات انبیاء کرام کے رب العزت کا خوف اور دبدبہ ہوگا۔ ہر ایک لرزاں و ترساں ہوگا۔ وہاں ایک شخصیت بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہوکر مصروف حمد ہوگی۔ اس عمل پر جو اعزاز ملے گا، وہ مقام محمود ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تفسیر عثمانی میں لکھتے ہیں:

"مقام محمود شفاعت عظمیٰ کا وہ مقام ہے، جب کوئی پیغمبر نہ بول سکے گا، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے اور مخلوق کو تکلیف سے چھڑائیں گے۔ اس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف ہوگی اور حق تعالیٰ شانہ بھی آپ کی تعریف کریں گے گویا شان محمدیت کا پورا پورا ظہور اس وقت ہوگا"

اور دلیل کے طور پر قرآن کی اس آیت کو بیان فرمایا:

آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا کرے گا۔

عطاء کوثر:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و مناقب میں ایک اہم نعمت کوثر بھی ہے۔ کوثر کے مصداق میں صاحب البحر المحیط نے ۲۶ اقوال ذکر کیے ہیں، لیکن اس بات کو ترجیح دی ہے کہ کوثر سے مراد ہر قسم کی دینی، دنیاوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو عطا کی گئی ہیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک نعمت حوض کوثر بھی ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو سیراب کریں گے۔ (تفسیر عثمانی)

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"اِنَّا اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ"

تنہائی کی مناجات:

نبی کا تعلق اپنے معبود کے ساتھ ہمہ وقتی اور دائمی ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت رب العزت سے تعلق رکھتا ہے۔ پیغمبر کا یہ تعلق بھی اپنے رب کے ساتھ عجیب ہے۔ دن کا اجالا اپنی جگہ، لیکن شب کا سناٹا اور رات کی تنہائیاں یقیناً محبّ کو محبوب کے وصال کے لیے تڑپا دیتی

ہیں۔ خصوصاً جب محبوب معبود حقیقی بھی ہو۔
پیغمبر علیہ السلام کی رات کی مناجات و سرگوشیاں کس کیفیت سے تھیں قرآن نے اس کی طرف اشارہ فرمایا:
''لہٰذا زیادہ قیام نہ کریں''
یہ سرگوشیاں اور مناجات کس قدر تھیں؟ روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر ورم آجاتا۔ جب آپ سے کہا گیا کہ اس قدر عبادت کیوں؟ تو فرمایا:
''افلا اکون عبدالشکور''
یوں تو ہر نبی انتہائی بلند مقام، انتہائی بلند شان و مرتبہ کا مالک ہوتا ہے۔ ساری کائنات مل کر نبی کی عظمت کی بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتی لیکن سید الانبیاء ﷺ سارے نبیوں سے بلند شان و مرتبے کے مالک ہیں۔ قرآن مجید میں ان کی اس بلندی کا تذکرہ خاص انداز سے کیا گیا۔ فرمایا:
''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ''
کتنا بلند مقام؟ مقام میں ابہام رکھا۔ مخلوق میں کوئی دوسرا نہیں جان سکتا، بلندی عطا کرنے والا جانے یا بلندیوں پر جانے والا۔ ہم بس یوں ہی کہہ سکتے ہیں:

یاصاحب الجمال یاسید البشر
من وجھک المنیر لقد نوّر القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حدیث قدسی میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:
ہر ایک کی خواہش رب کو راضی کرنے کی ہوتی ہے اس کی عبادت، اس کی دعائیں و مناجات اس لیے کہ رب راضی ہو جائے لیکن پیغمبر علیہ السلام کا یہ اعزاز کہ خود رب العزت ارشاد فرماتے ہیں عنقریب تمہارا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اسوۂ کاملہ:
پیغمبر علیہ السلام اپنی ان صفات و کمالات کی وجہ سے تمام انسانیت کے لیے بلا امتیاز شاہ و گدا، عالم و جاہل کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور آپ ﷺ کا ایک ایک عمل اور ایک ایک ادا انسانیت کے لیے رہتی دنیا تک، زندگی کے ہر شعبے میں کامل رہنمائی لیے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ کی عملی زندگی اور تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی بھی شخص کو زندگی کے کسی بھی لمحہ کسی دوسرے کی طرف رہنمائی کے لیے نگاہ اُٹھانے کی گنجائش نہیں رہتی۔ رب العزت نے بھی ارشاد فرمایا:
تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

☆

☆......☆......☆

گناہ سے سچی توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے گناہ کیا ہی نہ ہو (حدیث)

دین اسلام
امن کا درس دیتا ہے

تجمل رشید

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مختلف حیثیتوں سے ہر انسان کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے آپ کا لایا ہوا دین انسانوں کے خالق مالک کا عطا کردہ ہے اس لئے وہی زندگی گزارنے کا سیدھا اور سچا راستہ دکھاتا ہے۔

امن، امان، شانتی، سلامتی ایسے الفاظ ہیں جن کو ہر کوئی پسند کرتا ہے۔ ہر بشر کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے معنی سے وہ فائدہ اٹھائے اور سکون و چین کی زندگی گزارے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی تو اس وقت الفاظ اپنے معنی سے عاری ہو چکے تھے الفاظ تو تھے لیکن معانی کا کہیں وجود نہ تھا اور لوگ اس کو ترستے تھے اللہ نے انسانیت پر رحم فرمایا اور انسانوں کی ہدایت کے لیے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اب کیا تھا جہاں جنگل کا راج تھا وہاں امن و امان کی فضا چھا گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف صلح وآشتی اور امن و شانتی کا آوازہ بلند ہونے لگا اور دنیا صحیح طور پر ان الفاظ کے معانی سے آشنا ہوئی۔

اسلام کے لفظ ہی سے سلامتی ٹپکتی ہے اور ایمان کے مادہ ہی سے امن وامان رستا ہے اسلام کی ہر تعلیم امن وسلامتی کی مظہر اور ہر مسلم آشتی اور شانتی کا پیامبر ہے باوجود اس کے انتہائی حیرت انگیز بات ہے کہ دشمنان اسلام نے تعلیمات اسلام کو امن مخالف بلکہ دہشگردی کو فروغ دینے والی قرار دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں رکھا۔

قرآن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسانیت کے لئے رحمت العالمین قرار دیتا ہے پھر آپ کو پوری انسانیت کے لئے قابل تقلید بنا کر پیش کرتے ہوئے آپ کو بہترین نمونہ قرار دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے سب سے بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر طریقہ زندگی محمد ﷺ کا طریقہ ہے (مسلم)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مختلف حیثیتوں سے ہر انسان کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے آپ کا لایا ہوا دین انسانوں کے خالق مالک کا عطا کردہ ہے اس لئے وہی زندگی گزارنے کا سیدھا اور سچا راستہ ہے لہذا مسائل ومصائب کی ماری اضطراب اور بے چینی میں مبتلا دنیا کو اگر

کہیں پناہ مل سکتی ہے تو وہ صرف محسن انسانیت کے اسوہ ہی میں مل سکتی ہے۔

اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلی والی زندگی کی طرف نظر دوڑائیں تو ہمیشہ امن وسلامتی کے واقعات ملتے ہیں۔ایک اور واقعہ جو کہ زمانہ جاہلیت میں پیش آیا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم امن وسلامتی کے کتنے خواہاں تھے۔جب عمر مبارک پچیس سال کے ہوئے تو خانہ کعبہ میں بارش کی وجہ سے شگاف پڑ جانے کے سبب کعبۃ اللہ کی تعمیر انجام پائی اس میں جب حجر اسود کو اپنی جگہ رکھنے کا موقع آیا تو مختلف قبائل کے درمیان کشمکش شروع ہوئی اور قتل و قتال کا اندیشہ پیدا ہو گیا ایسے موقع پر مکہ کے ایک بزرگ نے تجویز پیش کی کہ کل جو شخص سب سے پہلے کعبۃ اللہ میں آئے وہ حجر اسود کو اپنی جگہ رکھے۔

کل سب سے پہلے کعبہ میں آنے والی شخصیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر منگوائی اس کے وسط میں پتھر رکھا اور ہر ہر قبیلے سے ایک ایک نمائندہ طلب کیا اور ان سب سے کہا کہ وہ چادر کے کنارے پکڑ کر حجر اسود کو اس کی جگہ تک لے جائیں جہاں اسے نصب کیا جانا ہے پھر جب وہاں پہنچے تو اپنے دست مبارک سے پتھر کو اس کی جگہ نصب فرما دیا اس طرح ایک بڑے فتنے کا سد باب ہوا اور امن کی فضا قائم رہی۔

قبل از نبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں امن کے نمونوں میں ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم 14 یا 15 سال کے تھے تو حرب الفجار نامی مشہور جنگ پیش آئی جس کو آپ نے دیکھا اور ناپسند کیا چونکہ آپ اس جنگ میں شریک تھے اور چھوٹے تھے اس کے باوجود امن پسند طبیعت نے یہ گوارا نہ کیا کہ آپ اپنے ہتھیار سے بذات خود کسی پر وار کریں اسی بنا پر کہ چونکہ خاندانی جنگ تھی اس لئے شریک تو ہوئے لیکن صرف یہ کرتے کہ تیر اٹھا کر چچا کو دے رہے تھے خود حملہ نہ کیا اور بعد میں اس کو بھی ناپسند کیا اور زندگی بھر سوائے ایک دو واقعے کے بذات خود کسی پر وار نہ کیا۔

مذکورہ واقعات زمانہ قبل از نبوت کے تھے جو معاشرتی سطح کے تھے لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت ملی تو اس کے بعد بھی آپ کے امن پسندی کے نمونے ظاہر ہوتے رہے بلکہ اس میں اضافہ ہوا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نبوت مکی زندگی میں جو امن کی بقا کی کوشش کی وہ عدیم المثال ہے اور اس کا سبب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ کر سکتے تھے اس لیے صبر کر جاتے بلکہ اگر دیکھا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم منٹوں بلکہ سیکنڈوں میں مخالفین کے خلاف کارروائی کر سکتے تھے دنیاوی اعتبار

سے بعد نبوت اگر چہ اکثر لوگوں نے حمایت چھوڑ دی تھی لیکن پھر بھی آپ کا قبیلہ آپ کے ساتھ تھا آپ چاہتے تو مدد کے لئے ان کو آواز دیتے پھر جنگ چھڑ جاتی اور اعتبار سے آپ کا تعلق تو آسمانی دنیا سے اور اس عالم وکائنات کے خالق سے تھا اگر آپ چاہتے تو ایک بددعا میں پوری قوم کو ہلاک کر دیتے لیکن امن پسند طبیعت نے اس کو گوارا نہیں کیا۔

نبوت کے ملنے کے بعد سب سے پہلے جب آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر لوگوں کو دعوت دی تو جواب میں ابولہب نے جب کہا کہ غارت ہو جاؤ کیا یہی بات تھی جس کے لئے تم نے ہم سب کو یہ اکٹھا کر لیا تھا دعوت کا یہ پہلا قدم تھا جس پر مخالف کے شور و واویلا کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل سکوت کیا اگر اس موقع پر ایک لفظ بھی کہتے تو پھر معاملہ طول اختیار کر جاتا اور امن کی فضا مکدر ہو جاتی۔

اسی طرح جب ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں کھڑے ہو کر اس دعوت کا اعلان کیا تو مشرکین نے آپ کو برا بھلا کہا کسی نے شاعر تو کسی نے کاہن کہا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعوت دیتے رہے اور بذات خود کوئی جواب نہ دیا بلکہ اللہ تعالی نے معجزانہ انداز میں ان باتوں کی تردید کی۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے کے لئے انتشار انگیزی، کٹ حجتیاں، دلائل، غنڈہ گردی ہر ممکنہ صورت کو اختیار کیا گیا محلہ کے پڑوسی جو بڑے بڑے سردار تھے آپ کے راستے میں کانٹے بچھاتے، نماز پڑھتے وقت شور و غل مچاتے، اوجھڑی لا کر ڈالتے، گلا گھونٹتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب پر صبر کیا یہاں تک کہ مشرکوں نے آپ کو لاچار اور مجبور کرنے کے لئے ابو ہاشم کو شعب ابی طالب میں قید کر دیا گیا اس پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر استقامت سے کام لیا۔

پھر جب مکہ سے دلبرداشتہ ہو کر طائف آئے تو وہاں جو برتاؤ کیا گیا اگر آپ چاہتے تو فرشتوں کی پیش کردہ تجاویز پر عمل کر کے پورے طائف کے امن کو خاکستر کر دیتے لیکن امن کی بحالی کے لئے ایک لفظ ان کے خلاف نہ کہا۔ اور ان کے بدلے میں اللہ تعالی سے ان کے لیے ہدایت ومغفرت کی دعا فرمائی یوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ہی امن وسلامتی کے نمونے سے بھرپور ہے لیکن مدنی زندگی میں امن وسلامتی کا گوشہ نہایت ہی وسیع ہو گیا۔

مکی زندگی میں اپنی قوم سے واسطہ تھا تو مدنی زندگی میں آپ کے تعلقات عالمی ہو گئے مختصر عرصے میں چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں گھرے ہونے کے باوجود جس طرح امن کو بحال رکھتے ہوئے اپنے مقصد اصلی کو پورا

کیا اس پر دنیا حیران ہے ایک طرف مکہ کے مشرکین تھے دوسری طرف داخلی منافقین تیسری طرف یہود چوتھے مخالفین نصاری کے بعض قبائل اور پھر آخر میں وقت کے دو طاقتور سلطنتوں کے مخالفین سب کے درمیان ایک پرامن نظام کو قائم کرنا ایک ایسا کارنامہ ہے جو آپ سے پہلے نہ کسی نے انجام دیا اور آپ کے بعد کوئی اس کے بارے میں سوچ سکتا ہے۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی پر نظر دوڑائیں اس سطح پر یہ جان لینا کافی ہوگا کہ آپؐ کی پوری زندگی اور خاص طور پر مدنی دور میں کسی کو آپ سے یا آپ کو کسی سے ذاتی دشمنی یا عناد نہ تھا آپ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی مجسم رحمت تھے۔ اگر خانگی زندگی اعتبار سے دیکھیں خانگی معاملات میں ازواج مطہرات کے درمیان مساوات، غلاموں سے ملاطفت، بدووں کے جاہلانہ رویوں پر عفو ودرگزر اور صحابہ کی صحیح تربیت کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پرامن فضا قائم کی یہ آپ ہی کا حصہ تھا، حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ میں **10** سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کبھی آپ نے اف تک نہ کیا اور نہ کسی کام کے بارے میں کہا کہ یہ تم نے کیوں کیا اور یہ کیوں نہیں کیا؟

اگر دنیا کے سب سے عظیم ترین انقلاب کے بات کی جائے تو وہ اسلامی انقلاب تھا جو کہ سرزمین مکہ میں برپا ہوا جسے فتح مکہ کے نام سے جانا جاتا ہے اور یہ دنیا کی سب سے پہلا انقلاب ہے جو بنا خونریزی آیا اور اس دن اگر آپ چاہتے تو ہر کسی مشرک ہر کسی منافق سے بدلہ لیتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن سلامتی کی بحالی کے لیے ہر کسی کو معاف کیا اور سرزمین مکہ میں امن وسلامتی کی فضا برقرار رکھی۔

آج دنیا امن وسلامتی کے لئے ترس رہی ہے لیکن امن سلامتی کا راز اللہ کی کتاب قرآن مقدس میں ہے اور آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت میں ہے اگر آج بھی دنیا قرآن کی طرف واپس لوٹ کے آئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نمونہ تسلیم کرے تو دنیا میں امن وسلامتی قائم ہوسکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کے جس پہلو کی بھی بات کی جائے وہ امن وسلامتی کا منبع ہے ان کی زندگی مبارک کے لئے جتنی کتابیں لکھی جائیں جتنے قلم خشک ہو جائیں وہ کم ہیں لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امن کی تعلیمات کو عام کیا جائے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے کہ۔ اس میں دنیا وآخرت کی فلاح وکامیابی مضمر ہے۔

☆

☆.....☆.....☆

حافظ جواد اجود



بیعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی نماز کے قائم کرنے پر، زکوٰۃ کے ادا کرنے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی نماز کے قائم کرنے پر، زکوٰۃ کے ادا کرنے پر اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر۔(رواہ البخاری)

سامعین محترم! صحابی رسول حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ بیعت کا لفظ ''بیع'' سے لیا گیا ہے جس کے معنی خرید وفروخت کے ہوتے ہیں۔شریعت کی اصطلاح میں ''بیعت'' اُس معاہدہ کو کہتے ہیں جو کسی دینی رہنما کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر دینی تعلیمات اور اسلامی احکام پر استقامت اور ثابت قدمی کے لئے کیا جاتا ہے۔عہد رسالت میں اس طرح کی بیعت ہوتی رہی ہے ۔کبھی جہاد کے موقع پر،کبھی لوگوں کے اسلام قبول کرتے وقت اور کبھی محض تجدید عہد کے لئے۔

قرآن حکیم میں اس بیعت کا بطور خاص تذکرہ ملتا ہے جو صحابہ کرام نے صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر ایک درخت کے نیچے کی تھی۔ارشاد گرامی ہے:اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں سے راضی ہوا جنہوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی۔یہ اپنی نوعیت کی اہم ترین بیعت تھی جسے اللہ رب العزت نے خود اپنے ہاتھ پر بیعت قرار دیا۔

یہی وجہ ہے اس بیعت میں شریک تمام صحابہ کرام کا درجہ بہت بلند ہے۔قرآن حکیم کی سورۃ الممتحنہ میں خواتین سے بھی بیعت لینے کا ذکر موجود ہے مگر احادیث میں یہ تصریح موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں نہیں لیتے تھے بلکہ یہ بیعت پس پردہ ہوتی تھی۔رہی یہ بات کی بیعت میں کس کس بات کو شامل کیا جائے؟ تو اس کا

تعین بذریعہ وحی بھی ہوا جیسا کہ خواتین کی بیعت میں اُن تمام امور کی تصریح موجود ہے۔

اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی صوابدید پر بھی چھوڑ دیا گیا کہ جن امور پر آپ چاہیں، بیعت لے لیں۔ آج کے زیر مطالعہ قول صحابی میں صرف تین چیزوں کا ذکر ہے جن کی تفصیل ابھی آپ کے سامنے آئے گی۔ مگر کتب حدیث میں ایسی روایات ملتی ہیں جن میں کچھ اور امور کا اضافہ بھی شامل ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں شرک سے برأت، صرف ایک اللہ کی عبادت، نماز پنجگانہ کی اقامت اور سمع وطاعت یعنی بات سنو گے اور مانو گے کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔

آج بھی اسی سے مشابہ بیعت کا اسلامی سوسائٹی میں وجود ملتا ہے۔ تزکیہ نفس اور طہارت قلب کے مختص علماء اور صلحاء اس کا اہتمام کرتے ہیں مگر صرف استحباب کی حد تک۔ وہ بھی اس بیعت کو فرض یا واجب قرار نہیں دیتے۔ تاہم اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہی لیتے ہیں اور اس کے فوائد بھی بتلاتے ہیں۔

سامعین باتمکین! حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان کہ میں نے نماز کی اقامت، زکوٰۃ کی ادائیگی اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیعت تبرکاً تھی یا انفرادی تھی۔ نیز اس لئے بھی بیعت تبرک تھی کہ یہ تینوں امور اہم ہونے کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان کی زندگی کا نصب العین ہے اور ہونا چاہئے۔ اقامت صلوٰۃ اِیتاء زکوٰۃ اور خیر خواہی صرف حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے نہیں بلکہ امت کے ہر فرد کے لئے ہے۔ تاہم بیعت کی وجہ سے ان معاملات کو مزید توجہ اور شوق سے ادا کرنے کا جذبہ ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔

اور اسی نکتہ کو یہاں بیان کرنا مقصود ہے۔

پہلی بات نماز کی پابندی اور اس کی اقامت کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز دین کا اہم ستون ہے اگر نماز قائم ہے تو سمجھئے کہ دین قائم ہے۔ اگر یہ قائم نہیں اور اس میں خلل واقع ہو گیا ہے تو دین کی عمارت میں دراڑ پڑ گئی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو دین میں وہی حیثیت دی ہے جو انسانی جسم میں سر کو ہے۔

سر موجود ہے اور جسم کے ساتھ جڑا ہوا ہے تو زندگی ہے۔ خدانخواستہ سر کٹ کر الگ ہو گیا ہے تو زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں۔ نماز باجماعت سے بغیر عذر سستی کرنے والوں کے گھروں کو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگ

لگانے کی وعید سنائی ہے۔روز حشر بھی جس چیز کے متعلق سب سے پہلے پوچھ گچھ ہوگی، وہ نماز ہی ہے۔دین کے سارے احکام زمین پر فرض ہوئے مگر نماز بڑے اہتمام کے ساتھ سفر معراج کے موقع پر آسمانوں پر فرض ہوئی۔

یہی اہم ترین عبادت ہے جو روزمرہ بنیادوں پر ادا کرتی ہے۔یہی وہ عبادت ہے جو کسی بھی حال میں معاف نہیں ہے۔جب تک مسلمان ہوش وحواس میں ہے، نماز اس کے ذمہ ہے۔البتہ اس کی ادائیگی کا انداز بدل سکتا ہے۔اپنی حیات اقدس کے بالکل آخری ایام میں رسول دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت علالت اور نقاہت کے باوجود دو صحابہ کے کندھوں کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی۔

پھر امت کو جو آخری وصیت فرمائی اس میں بھی اقامت صلوٰۃ کو مقدم رکھا۔قرآن حکیم کی سینکڑوں آیات اس کی اقامت اور اس کے خشوع وخضوع پر نصوصِ ناطقہ ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنروں کو جو خطوط ارسال فرمائے، اُن میں اقامت صلوٰۃ کی ازحد تلقین فرمائی اور فرمایا جو شخص نماز کو ضائع کر سکتا ہے، وہ اسلام کے دیگر احکام کو ضائع کرنے میں زیادہ جری ہوگا۔

وقت شہادت جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کی یاددہانی کرائی گئی تو فرمایا۔بے شک جس کی زندگی میں نماز نہیں، اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں۔ان ارشادات کی موجودگی میں صحابی رسول کا اس کی اقامت پر بیعت کرنا یقیناً سمجھ میں آتا ہے۔

دوسری چیز زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔جس طرح نماز حقوق اللہ کا پہلا زینہ ہے۔اسی طرح زکوٰۃ حقوق العباد کے سلسلہ کا پہلا مرحلہ ہے اور اسلامی حکومت کے معاشی استحکام کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں دونوں کا ذکر پہلو بہ پہلو ملتا ہے۔قرآن حکیم میں سخت وعید اور قبیح انجام کی خبر ہے ان لوگوں کے لئے جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں مگر اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔فرمایا گیا کہ اسی سونا چاندی کو جہنم کی آگ میں تپا کر ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔اور کہا جائے گا: یہی ہے وہ جسے تم پورے انہماک سے جمع کرتے رہے تھے۔ اب چکھو اس کا مزہ جس کو تم اکٹھا کرتے رہے تھے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کو اسلام کی پل قرار دیا ہے۔جب تک مسلم امت میں زکوٰۃ کا نظام قائم رہا، معاشی ناہمواری کا دور دور تک نشان نہیں ملتا تھا۔ایک وقت وہ بھی آیا کہ زکوٰۃ دینے والا زکوٰۃ کی رقم لئے لئے پھرتا

تھا مگر زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ جب سے اس کی ادائیگی کا احساس معدوم ہوا ہے، معاشی افرا تفری نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔

امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہو رہا ہے۔ غربت وافلاس کی لکیر نیچے جانے کی بجائے اوپر اٹھ رہی ہے۔ یہ بات بلکہ یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ زکوٰۃ کا مال روک کر کوئی امیر نہیں رہ سکتا اور زکوٰۃ دے کر کوئی غریب نہیں ہوتا۔ وقت کی اسلامی حکومت کی ذمہ داری جہاں اقامت صلوٰۃ ہے، وہیں زکوٰۃ کی وصولی اور ادائیگی کا اہتمام بھی اس کے فرائض میں شامل ہے۔

قرآن حکیم میں زکوٰۃ کے مصارف کا واضح تذکرہ ملتا ہے۔ اس لئے حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی ادائیگی پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔

محترم سامعین! تیسری اور آخری بات جس پر حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کی وہ ہر مسلمان کے لئے جذبہ خیر سگالی رکھنے کی ہے۔ ہر مسلمان نہایت قابل احترام ہے اور اسلامی معاشرہ کا اہم ترین ممبر ہے۔

اپنے افراد معاشرہ میں دین اسلام کسی اونچ نیچ کا روادار نہیں۔ وہ بتاتا ہے کہ سارے انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ یہ طبقاتی کشمکش انسان کی اپنی پیدا کردہ ہے۔ آسمانی نظام اس کا قطعاً حامی نہیں۔ اپنے آخری حج کے موقع پر رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان معاشرے سے اس کی بیخ وبن اکھاڑ کر رکھ دی۔ معیار فضیلت صرف تقویٰ ہے اور بس۔

اس لئے ہر مسلمان کا حق ہے کہ اُس کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کیا جائے۔ کسی بھی شکل میں اسے تنہا نہ چھوڑا جائے۔ اسے دشمنوں کے رحم وکرم پر نہ چھوڑا جائے۔ اسے جسمانی اور ذہنی ایذاء سے بچایا جائے۔ اس کی خوشی کو اپنی خوشی اور اس کے غم کو اپنا غم سمجھا جائے۔ اُسے مذاق اور تمسخر کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ حتیٰ کہ اس کے نام تک کو نہ بگاڑا جائے۔

قرآن وحدیث کے صفحات ہمیں یہ درس دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ تبھی تو اس جلیل القدر صحابی نے اسے بھی اپنی بیعت کا عنوان بنایا اور بین السطور ہم سب کو رہتی دنیا تک سبق دے گئے کہ یہ تینوں امور دین اسلام کے اہم ترین احکام ہیں جو بھرپور توجہ کا تقاضا کرتے ہیں۔ واقعی کتنا بڑا سبق ہے جو وہ ہمیں پڑھا گئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سبق کے سب مندرجات کو یاد رکھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆

☆.....☆.....☆

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمت پر حقوق



مولانا محمد الیاس گھمن

اللہ تعالیٰ کی اربوں کھربوں رحمتیں نازل ہوں، اُس ذات پر جن کے سبب سے انسانیت کو وجود ملا جن کے صدقے انبیائے کرامؑ کو نبوت ملی، جن کے طفیل ہدایت ملی، جن کی بدولت نجات ملے گی اور جن کی وجہ سے رب سرمدی رضا نصیب ہوگی۔ انسانیت کو اب تک جو کچھ خیر ملی ہے اور جو کچھ آئندہ ملے گی، وہ سب آپ ﷺ کے دم قدم سے ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کے بہت سارے حقوق ہیں۔ جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

امت پر نبی کریم ﷺ کا پہلا حق یہ ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ ارشادِ ربانی ہے: (اے میرے محبوب ﷺ) آپ یہ بات فرمادیں کہ (دنیا جہاں میں بسنے والے) لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں قائم ہے اُس ذات کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، اس لیے تم (ایسے) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے (ایسے) نبی اُمّی پر (بھی) جو کہ (خود) اللہ پر اور ان کے احکام پر (دل و جان سے) ایمان رکھتا ہے اور اس (نبی) کا اتباع کرو تا کہ تم سیدھی راہ پر آجاؤ۔
(سورۃ الاعراف)

(ترجمہ) یقینا ہم نے آپ ﷺ کو ایمانیات وغیرہ پر سچی گواہی دینے والا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے انعامات کی خوش خبریاں دینے والا اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنے والے عذاب و ناراضگی سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ یہ اس لیے کیا، تا کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاؤ۔ (سورۃ الفتح)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لائے ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے، (ترجمہ) اور جو بد بخت شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لائے گا تو ایسے کافروں کے لیے ہم نے دوزخ کی دہکنے والی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں انہیں ڈالا جائے گا۔ (سورۃ الفتح: 13)

امت پر نبی کریم ﷺ کا دوسرا حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کے محض بشر ہونے کا نہیں، بلکہ سید البشر ہونے کا عقیدہ رکھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، میں وہ پہلا انسان ہوں گا، جس کی قبر کھلے گی، سب سے پہلے سفارش کرنے والا میں ہی ہوں گا اور میں ہی وہ پہلا انسان ہوں گا جس کی سفارش کو قبول کیا جائے گا۔ (صحیح مسلم شریف)

امت پر نبی کریم ﷺ کا چوتھا حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کو ذات کے اعتبار سے بشر مانتے ہوئے وصف کے اعتبار سے آپ نور ہیں، بلکہ نور علی نور ہیں۔ منبع نور ہیں، مرکز نور ہیں۔ آپ ﷺ کی وجہ سے کفر کی تاریکیاں، ظلم کے اندھیرے، نا انصافی کی ظلمتیں کافور ہوئیں۔ آپ ﷺ کے نور ہدایت سے اسلامی عقائد، اعمال، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت روشن ہوئیں۔ اس اعتبار سے آپ یقیناً نور ہیں۔

اُمت پر نبی کریم ﷺ کا پانچواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کو محض نبی ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھے۔ (ترجمہ) اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرامؑ سے اس بات کا عہد لیا کہ اگر میں تمہیں کتاب وحکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے جو اس کتاب کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا، اللہ نے ان انبیائے کرام سے فرمایا، کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو؟ اور میری طرف سے سونپی جانے والے ذمہ داری قبول کرتے ہو؟ اُن سب نے کہا: ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم ایک دوسرے کے اقرار کے گواہ بن جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی میں شامل ہوجاتا ہوں۔

(سورۂ آل عمران:81)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی طرح کے (مسائل) نہ پوچھو وہ خود گمراہ ہیں تمہیں سیدھی بات کیسے بتائیں گے؟ ہوسکتا ہے کہ تم کسی غلط بات کو سچا مان بیٹھو اور حق بات کو جھٹلا بیٹھو۔ اگر حضرت موسیٰؑ (اس دنیا میں) موجود ہوتے تو ان کے لیے بھی میری اتباع کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ ہوتا۔ (مسند احمد)

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور باوجود خود نبی ہونے کے حضرت محمد ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے۔

اُمت پر نبی کریم ﷺ کا چھٹا حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے چھ چیزیں عطا کر کے مجھے باقی انبیائے کرامؑ پر فضیلت دی ہے: (۱) اللہ نے مجھے جوامع الکلم (ایسے الفاظ جن کی مقدار کم اور معنویت بہت زیادہ ہو) دیئے۔ (۲) رعب عطا فرما کر میری مدد کی ہے۔ (۳) مالِ غنیمت کو میرے لیے حلال کیا ہے۔ (۴) پوری زمین کو میرے لیے "طہور" پاک کرنے کا ذریعہ بنادیا ہے۔ (۵) پوری زمین کو میرے لیے سجدہ گاہ بنادیا ہے (۶) مجھے پوری مخلوق کا نبی بنادیا ہے۔ (ان کا خلاصہ یہ ہے کہ) مجھے اللہ نے آخری نبی بنادیا ہے۔
(صحیح مسلم)

صدیقہ کائنات ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھ سے جبرائیل امینؑ نے کہا: میں نے تمام روئے زمین کو دیکھا ہے، میں نے سب سے زیادہ فضیلت والا

آپ ہی کو دیکھا ہے اور گھرانوں میں سب سے اچھا گھرانہ بنی ہاشم کا پایا ہے۔ (طبرانی)

امت پر نبی کریم ﷺ کا ساتواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کے امام الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھے

حضرت ابی ابن کعبؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں قیامت والے دن میں تمام انبیائے کرامؑ کا امام، ان کا ترجمان اور شفیع ہوں گا اور میں اسے اپنا ذاتی کمال سمجھنے کے بجائے محض اللہ کا کرم سمجھتا ہوں۔ (جامع ترمذی)

شب معراج آپ نے تمام انبیائے کرامؑ کی امامت فرمائی، جس کی وجہ سے آپ عالم دنیا میں امام الانبیاء کہلائے اور آخرت میں بھی آپ انبیائے کرامؑ کے حق میں امامت کے درجے پر فائز ہوں گے۔

امت پر نبی کریم ﷺ کا آٹھواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میری اور مجھ سے پہلے انبیائے کرامؑ کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص نے بہت ہی خوبصورت محل بنایا، مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کی خوبصورتی کو دیکھنے کے لیے اس کے گرد چکر لگانے لگے اور تعجب سے کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہیں لگا دی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں نبوت والے محل کے کونے میں آخری اینٹ ہوں اور نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں۔ (صحیح بخاری)

امت پر نبی کریم ﷺ کا نواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ معصوم عن الخطا ہونے کا عقیدہ رکھے۔

(ترجمہ) اور جس وقت ان کافروں کے سامنے ہماری قرآنی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ! کوئی اور قرآن لے کر آؤ یا پھر اس میں ہمارے عقائد و نظریات کی رعایت رکھتے ہوئے کچھ تبدیلی کرو۔ اے پیغمبر! ان کافروں سے کہہ دو کہ مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں کوئی تبدیلی کرلوں، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ سے نازل کی جاتی ہے اور تمہاری اس خواہش کی رعایت کر کے قرآن میں تبدیلی کرنے کے بارے میں اپنے رب سے بڑے عظیم دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ (سورۂ یونس:15)

جب پیغمبر شریعت کے حکم کو بدلنے کے لیے راضی نہیں تو وہ شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کر کے گناہ کیسے کر سکتا ہے؟ یہ آپ ﷺ کے معصوم ہونے کی دلیل ہے۔

امت پر نبی کریم ﷺ کا دسواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کے مفروض الاتباع ہونے کا عقیدہ رکھے

حضرت ابوموسیٰؑ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری مثال اور میرے دین کی مثال جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم! میں نے دشمن کی فوج کو اپنی

آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہوں، لہٰذا جلدی سے بھاگ نکلو۔ اب اس کی قوم میں سے بعض نے اس کا کہنا مان لیا اور وہ شام ہوتے ہی وہاں سے بھاگ نکلے اور آرام سے چلے گئے اور بعض نے جھٹلایا اور وہ صبح تک اسی جگہ رہے اور صبح ہوتے ہی دشمن کا لشکر ان پر حملہ آور ہوا اور ان کو تباہ کیا اور انہیں نیست و نابود کر دیا۔ یہی اس شخص کی مثال ہے جس نے میری اطاعت کی اور جو کچھ میں احکام شریعت لے کر آیا ہوں اس کی اتباع کی اور جس نے میرا کہنا نہ مانا اور سچے دین کو جھٹلایا۔ اس کی مثال دوسرے تباہ ہونے والے شخص کی طرح ہے۔(صحیح مسلم:2283)

آپ ﷺ کی اتباع لازم اور ضروری ہے جو آپ کی پیروی کرے گا وہ کامیاب ہوگا اور جو نافرمانی کرے گا ناکام ہوگا۔

امت پر نبی کریم ﷺ کا گیارہواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیات فی القبر کا عقیدہ رکھے۔ حضرت اوس بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنوں میں سب سے بہترین دن جمعہ کا ہے، اسی دن میں حضرت آدمؑ پیدا ہوئے، اسی دن اُن کا انتقال ہوا، اسی دن صُور پھونکا جائے گا، اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے، اس لیے تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہاری طرف سے بھیجا ہوا درود میری خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضراتِ انبیائے کرامؑ کے اجسام حرام کر دیئے ہیں۔ (یعنی عام انسانوں کی طرح ریزہ ریزہ نہیں ہوتے، بلکہ قوی آثار حیات ہونے کی وجہ سے محفوظ رہتے ہیں۔(سنن ابوداوٗد)

امت پر نبی کریم ﷺ کا بارہواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کا عقیدہ رکھے۔ ''اے میرے محبوب پیغمبر ﷺ! مسلمانوں سے آپ فرمادیں، اگر تمہارے والدین، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان اور وہ مال و دولت جو تم نے کمایا ہے، وہ کاروبار جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے، اور وہ رہائشی مکان جو تمہیں پسند ہیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں۔ تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا (عذاب کا) فیصلہ صادر فرمادے''۔(سورۃ التوبہ)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا، جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور باقی تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔(صحیح بخاری:15)

یوں تو محبت نبوی ﷺ کے بے شمار تقاضے ہیں، سر دست اتنی بات ضرور سمجھ لیں کہ آپ ﷺ کے دوستوں سے قلبی محبت اور آپ ﷺ کے دشمنوں سے دلی نفرت رکھنا بھی انہی تقاضوں میں شامل ہے۔

☆☆☆

اخلاق حسنہ

حمید اللہ قاسمی

اخلاق کا لفظ ذہن میں آتے ہی ایک ایسا خاکہ اُبھر کر سامنے آجاتا ہے کہ جس کو ہر آدمی اپنانے کی کوشش کرتا ہے، کیونکہ اخلاق انسان کا ایک ایسا جز ہے کہ جس کے اندر یہ صفت پائی جاتی تو سمجھ لیجئے کہ وہ کامل انسان ہے، اخلاق ایک ایسی دوا ہے جو دل و دماغ دونوں کو غذا پہنچاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے علم اور عبادت کی زینت اخلاق کو قرار دیا ہے، قیامت کے دن مومن کے میزان عمل میں کوئی چیز حسن اخلاق سے زیادہ باوزن نہیں ہوگی، اسی طرح مومن اپنے حسن اخلاق ہی کی وجہ سے ہمیشہ روزہ رکھنے اور تہجد گزار کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے، مسلم شریف کی روایت ہے کہ ''نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور برائی وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تمھیں ناپسند ہو کہ لوگ اسے جانیں۔''

(رواہ مسلم وابوداؤد)

ترمذی شریف میں ایک جگہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہو'' چنانچہ عظمت اخلاق آخری نبی کریم ﷺ کا امتیاز ہے، سارے انبیاء اخلاق کی تعلیم دینے کے لیے دنیا میں آئے، مگر آپ ﷺ اس ہدایت کے آخری رسول ہیں، یا یوں سمجھئے کہ قرآنی نظریہ اخلاق ہے اور رسول ﷺ نمونہ اخلاق ہیں، جب نظریہ عمل میں ڈھلتا ہے تو کمی بیشی عموماً ہو جاتی ہے، مگر اخلاق کا نظریہ جتنا معقول اور مستحکم ہے اتنا ہی مستحکم اخلاق کا نمونہ بھی ہے، اسی لیے دنیا کے بیشتر مفکرین اور معلمین کی نظر میں اخلاق کا درس خوشنما نظر آتا ہے، مگر جب ان کے قریب جائیے تو فکر و عمل کا تضاد اور گفتار و کردار کا اختلاف سامنے آتا ہے، لیکن رسول پاک ﷺ کا معاملہ یہ ہے کہ ان کی گفتار جتنی پاکیزہ ہے، کردار اتنا ہی پاکیزہ نظر آتا ہے، تعلیم جتنی روشن نظر آتی ہے سیرت اتنی صیقل دکھائی دیتی ہے، کہیں پر کوئی جھول یا کسی قسم کا کھوٹ نہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ واقعی اس اعزاز کے مستحق تھے، کیونکہ وہ کون سا خلق حسن ہے جو آپ کی ذات گرامی میں نہیں تھا، حیاء جس کو تمام اخلاق میں سب سے افضل اور عظیم ترین خلق قرار دیا گیا ہے آپ ﷺ کی عملی زندگی میں اس کے دخل کا یہ حال تھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ایک باکرہ اور بے نکاح لڑکی اپنے پردے میں جس قدر حیا کرتی ہے اس سے کہیں

زیادہ رسول اللہ ﷺ حیادار تھے۔
غصہ کو دبانا اور ضبط کرنا بڑی اعلیٰ صفت ہے جو برسوں کی ریاضت کے بعد کسی کو حاصل ہوتی ہے اس کے فضائل بیان کردینا تو آسان ہے مگر اس پر عمل کرنا بڑا مشکل ہے، لیکن آپ ﷺ کے اندر یہ اعلیٰ صفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اگر سیرت کا مطالعہ غور سے کیا جائے تو اس کی مثال قدم قدم پر ملیں گی، آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب ؓ مکہ سے ہجرت کر کے (اونٹ پر سوار ہوکر) مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہورہی تھیں، تو راستہ میں ہبار بن اسود نامی ایک شخص نے انہیں اتنی تیزی سے نیزہ مارا کہ وہ اونٹ پر سے گر پڑیں، حمل ساقط ہوگیا، اس صدمہ سے تاب نہ لاسکیں اور اللہ کو پیاری ہوگئیں، رسول اللہ ﷺ کو جب اس حادثہ کی خبر ہوئی تو آپ بہت غضب ناک ہوئے اور آپ کو اس بات سے بہت صدمہ ہوا، جب بھی اس حادثہ کی یاد تازہ ہوجاتی تو آب دیدہ ہوجاتے، لیکن جب ہبار بن اسود اسلام لے آئے اور معافی کی درخواست کی ، تو آپ ﷺ نے انہیں معاف کردیا۔
اسی طرح وحشی بن حرب جن کی ذات سے اسلامی تاریخ کے تلخ ترین حادثہ کی یاد وابستہ ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے محبوب و مشفق چچا کو قتل کیا تھا، لیکن جب انہوں نے اسلام لاکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کا اسلام تسلیم فرمالیا، پھر آپ ﷺ نے ان سے حمزہ ؓ کے قتل کی کیفیت دریافت فرمائی، جب انہوں نے واقع بیان کیا تو آپ ﷺ پر گریہ طاری ہوگیا اور فرمایا وحشی! تمہارا قصور معاف ہے، لیکن تم میرے سامنے نہ آیا کرو، تمہیں دیکھ کر پیارے شہید چچا کی یاد تازہ ہوتی ہے۔
وفا: انسانی اور ایمانی صفت ہے جس کے اندر وفا نہ ہو وہ یقینا انسانیت اور ایمان کے کمال سے محروم ہے۔قرآن کریم میں بدعہدی کو یہود جیسی مردود قوم کی صفت بتایا گیا ہے۔اور ایفائے عہد کو مومنوں، متقیوں اور اللہ کے نبیوں کی صفت قرار دیا گیا ہے، آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ میں ایک اخلاق یہ بھی ہے کہ آپ ہمیشہ وفا کرتے تھے بے وفائی اور عہد شکنی نہیں کرتے تھے، حضرت ابورافع ؓ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے قریش نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کسی کام سے بھیجا (یہ اس وقت کی بات ہے جب میں اسلام سے محروم تھا) جب میں نے آپ کی زیارت کی تو فوراً میرے دل میں اسلام کی محبت بیٹھ گئی، چنانچہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! خدا کی قسم اب میں یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا، مگر آپ ﷺ نے فرمایا ''نہ تو میں وعدہ خلافی کرتا ہوں اور نہ عہد شکنی کرتا ہوں اور نہ ہی غلاموں کو روکتا ہوں، فی الوقت تم واپس چلے جاؤ البتہ اگر تمہارے دل میں یہی جذبہ، یہی ارمان ، یہی تمنا اور یہی خواہش رہی تو پھر واپس چلے آنا''۔ چنانچہ میں

اس وقت تو چلا گیا، لیکن بعد میں خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اسلام قبول کرلیا۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اخلاق حسنہ کی دولت سے تڑپتی انسانیت کی غمخواری کی، اپنے ازلی و ابدی دشمنوں کو پتھر کے جواب میں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا، نفرت کے اندھیروں میں الفت ومحبت کی شمع روشن کی، آپسی تفرقہ بازی اور دائمی بغض وعداوت کی بیخ کنی کر کے بھائی چارگی اور اُلفت ومحبت کے چشمے بہائے، یہی نہیں بلکہ ذرا دو قدم آگے بڑھ کر فتح مکہ کی تاریخ کے اوراق کو الٹ کر دیکھیے کہ آپ ﷺ مکہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوتے ہیں، صحابہ کرام کی دس ہزار جمعیت آپ کے ساتھ ہے، صحابہ اعلان کرتے ہیں ''الیوم یوم الملحمۃ'' آج بدلے کا دن ہے، آج جوش انتقام کو سرد کرنے کا دن ہے، آج شمشیر وسنان کا دن ہے، آج گزشتہ مظالم کے زخموں پر مرہم رکھنے کا دن ہے آج ہم اپنے دشمنوں کے گوشت کے قیمے بنائیں گے، آج ہم ان کی کھوپڑیوں کو اپنی تلواروں پر اچھالیں گے، آج ہم شعلہ جوالہ بن کر خرمن کفار کو جلا کر بھسم کر دیں گے اور گزشتہ مظالم کی بھڑکتی چنگاری کو ان کے لہو سے بجھائیں گے۔

لیکن تاریخ شاہد ہے اور زمین وآسمان گواہی دیتے ہیں کہ ایسا کچھ نہیں ہوا، رحمت نبوی جوش میں آئی اور زبان رسالت کی صدائیں لوگوں کے کانوں سے ٹکراتی ہیں ''لاتثریب علیکم الیوم و اذھبوا انتم الطلقاء'' کہ جاؤ تم سب آزاد ہو، تم لوگوں سے کسی قسم کا بدلہ نہیں لیا جائیگا، یہ تھا آپ ﷺ کا اخلاق کریمانہ، یہ تھا آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ، جس کی مثال سے دنیا قاصر ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے عالم انسانیت کو اخلاقیت کا وہ اعلیٰ نمونہ پیش کیا جس کی گواہی باری تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں ''انک لعلی خلق عظیم'' ایک جگہ خود نبی پاک ﷺ اپنی اخلاقیت کی گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں ''مجھے تو اس لیے بھیجا گیا ہے تاکہ میں نیک خصلتوں اور مکارم اخلاق کی تکمیل کروں، اسی کو سراہتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی آپ کے اخلاق حسنہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ''کان خلقہ القرآن''

بیشک نبی پاک ﷺ کی زندگی اخلاق حسنہ سے بھری پڑی ہے، جسے آج ہمیں اس نازک ترین حالات میں اپنانے کی ضرورت ہے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اخلاق کی تعلیم دوسروں کو دیں اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہوں اور نبی کریم ﷺ کے طرز عمل پر اپنی زندگی کو سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں کیونکہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ کو اپنانے کے بعد ہمارے لیے بھی اخلاقیت کی بلند اور دشوار گزار گھاٹی پر چڑھنا آسان ہو جائے گا۔

☆

☆.....☆.....☆

جیسے تم ہو گے، ویسے ہی تم پر حکمران مسلط ہوں گے (حدیث)

محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے

تم کو کیا چیز اس فعل پر آمادہ کرتی ہے اور کون سا جذبہ تم سے یہ کام کراتا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت''۔

''حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضو فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہ وضو کا پانی لے لے کر (اپنے چہروں اور جسموں پر) ملنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کو کیا چیز اس فعل پر آمادہ کرتی ہے اور کون سا جذبہ تم سے یہ کام کراتا ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت''۔ ان کا یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت ہو یا یہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کریں تو اسے چاہیے کہ جب وہ بات کرے تو ہمیشہ سچ بولے اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو ادنیٰ خیانت کے بغیر اس کو ادا کرے اور جس کے پڑوس میں اس کا رہنا ہو اُس کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کو ہاتھوں میں لے کر اپنے جسموں پر مل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دریافت فرمایا کہ وہ یہ کام کیوں کر رہے ہیں؟ جواب میں انہوں نے عرض کیا کہ ہم یہ کام اللہ کی محبت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کر رہے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہ تین عمل بتائے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا باعث ہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اس عمل پر نہ تو پسندیدگی کا اظہار کیا اور نہ ہی ناراض ہوئے۔ پسندیدگی کا اظہار تو اس لیے نہیں کیا کہ عقیدت پر اکتفا عمل

میں کوتاہی کا باعث بنتا ہے اور سہل پسند نفس اس بات کو کافی سمجھتا ہے کہ اُس کا تعلق کسی خدارسیدہ بزرگ کے ساتھ ہے اور یہ بات اُس کو دوسرے ضروری اعمال کے بجالانے میں سست کر دیتی ہے جوکہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسلام توعمل پر زور دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو یہ بات سکھانا چاہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اسلامی اخلاق و اقدار کو اپنایا جائے۔

عقیدت کے اظہار کا یہی بہترین طریقہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی محفل میں جائیں تو اہل محفل کھڑے ہو کر عقیدت کا اظہار کریں۔

اسی طرح اس موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا کہ اُن کے وضو کے پانی کو دوسرے لوگ عقیدۃً استعمال کریں۔ صحابہ رضی اللہ عنہا کے اس عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا مستعمل پانی پاک تھا اور اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ عام لوگوں کے وضو کا مستعمل پانی پاک نہیں رہتا' کیونکہ وضو کے پانی کے ساتھ جہاں اعضا کی گردوغبار یا میل کچیل شامل ہو جاتی ہے وہاں ہاتھ' پاؤں' آنکھوں اور کانوں وغیرہ کے صغیرہ گناہ بھی پانی میں مل کر اسے آلودہ اور ناقابل استعمال بنا دیتے ہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضا تو نورانیت سے بھرپور تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال شدہ پانی کے آلودہ ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا' لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اپنے وضو کے مستعمل پانی کو استعمال کرنے سے روکا نہیں البتہ انہیں تین بہت ضروری اعمال کی ترغیب دی۔ پہلی بات یہ کہ ہمیشہ سچ بولیں' کیونکہ جھوٹ کبیرہ گناہ ہے جو کئی دوسرے گناہوں کا سبب بنتا ہے۔

یہ بہت بڑی اخلاقی کمزوری ہے۔ جھوٹ کی عادت انسان کے عزت و وقار کو ختم کر دیتی ہے۔ جھوٹ بول کر روزی کمانے سے رزق میں حرام شامل ہو جاتا ہے اور حرام روزی عبادت اور دُعا کی قبولیت میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ جھوٹ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقت کی علامتوں میں سے ایک علامت بتایا

ہے۔حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مومن کی طبیعت اور فطرت میں ہر خصلت کی گنجائش ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے''۔

ایک متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جھوٹ سے دور رہو بے شک جھوٹ بولنے کی عادت آدمی کو سر کشی و نافرمانی کے راستے پر ڈال دیتی ہے اور سر کشی دوزخ تک پہنچا دیتی ہے''۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر بھی اپنے عقیدت مندوں کو ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین فرمائی۔دوسری بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو وہ پوری کی پوری واپس لوٹاؤ۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کے ارتکاب سے روکا اور امانت داری اپنانے کی تلقین کی۔خیانت بہت بڑی اخلاقی برائی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقت کی علامتوں میں سے ایک علامت خیانت کو قرار دیا ہے۔امانت داری کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ہر معاہدہ امانت ہے اور اس کی پابندی نہ کرنا خیانت ہے۔اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی کا ارتکاب بھی خیانت ہے۔کسی حق دار کو اُس کے حق سے محروم کرنا خیانت ہے۔ایک آدمی کسی دوسرے کے ساتھ راز داری کی بات کرتا ہے تو اس بات کا ذکر دوسروں کے سامنے کرنا خیانت ہے۔الغرض کسی بھی ذمہ داری کے پورا کرنے میں کوتاہی کرنا امانت میں خیانت کرنا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستعمل پانی کو جسم پر لینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو تیسری بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھا رویہ رکھیں۔

ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:''جبرائیل علیہ السلام پڑوسی کے حق کے بارے میں مجھے برابر تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دے دیں گے''۔

ایک موقع پر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ اللہ کی قسم کھا کر فرمایا:''اللہ کی قسم وہ شخص صاحب ایمان نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص صاحب ایمان نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص صاحب

مانگی ہوئی چیز کا واپس کرنا ضروری ہے (حدیث)

ایمان نہیں!'' صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ و مامون نہ ہو۔''

ہمسایہ ہر وقت کا ساتھی ہوتا ہے' اگر اس کی طرف سے برا سلوک ہو رہا ہو تو زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر ہمسائے آپس میں حسن سلوک کے ساتھ رہ رہے ہوں تو دونوں کو چین اور سکون میسر ہوگا۔ وقت پڑنے پر ایک ہمسایہ دوسرے ہمسائے کا ہمدرد اور غمگسار ہوگا۔ حقوق ہمسایہ کے بارے میں ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اُس کے لئے لازم ہے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرے''۔

ہمسائے کی تکلیف اور آرام کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے حقوق اس طرح بتائے ہیں: ''اگر بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور خبر گیری کرو۔ انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔ قرض مانگے تو قرض دو۔ اگر کوئی برا کام کر بیٹھے تو پردہ پوشی کرو۔ اگر اسے کوئی نعمت ملے تو اس کو مبارک باد دو۔ اگر اسے کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو۔ اپنی عمارت اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔ تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لئے باعث ایذا نہ ہو' الا یہ کہ اس میں سے تھوڑا سا اس کے گھر بھی بھیج دو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ہمسائیگی کا معاملہ بڑا حساس ہے۔ اس لئے ایسی حرکت کبھی سرزد نہیں ہونی چاہیے جس سے ہمسائے کو اذیت پہنچتی ہو' بلکہ اس کے برعکس ہر وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہمسائے کو ہر ممکن طریقے سے نفع پہنچایا جائے۔ ہمسائے کے معاملہ میں جس قدر احتیاط ملحوظ خاطر رکھی جائے کم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا (اور وہ میری جماعت میں نہیں ہے) جو ایسی حالت میں اپنا پیٹ بھر کر رات کو سو جائے کہ اس کے برابر رہنے والا پڑوسی بھوکا ہو اور اس آدمی کو اس کے بھوکا ہونے کی خبر بھی ہو۔''

☆

☆.....☆

☆.....☆.....☆



نہیں ہے جہاں میں مثال محمد ﷺ

اقصیٰ منور ملک

ربیع الاول کے بابرکت مہینے میں دو صبح تاباں روشن ہوئی جس کا انتظار زمین و آسمان کو تھا۔ شمس وقمر، بحر و بر، جن وانس جس کے منتظر تھے۔ اس صبح کا انتظار ان یتیموں کو بھی تھا جنہیں مال پر قبضہ کرکے دردر کی ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیا جاتا۔ ان ماؤں کو تھا، جو مال میراث کی طرح بیٹوں کے حصے میں آجاتیں۔ زندہ درگور کی جانے والی لڑکیاں بھی اس کے انتظار میں تھیں۔ کفر و شرک کی نحوست سے تاریک فضائیں اس ہستی کی منتظر تھیں، جو انہیں توحید کی روشنیوں سے منور کردے۔ الغرض، جن کی آمد کا زمین کا دروازہ منتظر تھا، وہ دعائے خلیلؑ، نویدِ مسیحؑ، بشارت انبیاء علیہم السلام اس صبح دنیا میں تشریف لائے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ، شفیع المذنبین، ختم المرسلین، فخر دوعالم ﷺ کی آمد پر کسریٰ کے محل کے کنگرے گر پڑے اور تیرہ تاریک جہاں روشن ہوگیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی گود میں آئے، تو انوار و برکات کی بارش ہونے لگی کہ ہمارے آقا ﷺ کا وجود ہی سراپا برکت تھا۔ ان کا بچپن بھی قابلہ رشک کہ اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے لہو ولعب سے محفوظ رکھا۔ اگر کبھی کسی جاہلانہ عمل نے اپنی جانب متوجہ کرنا بھی چاہا تو فوراً عنایات تانی اور حفاظت الٰہی نے آپ کو محفوظ رکھنے کا انتظام کیا۔ کفر و شرک، فحاشی، سود و قمار، قتل و غارت جیسی بے شمار برائیوں میں رہنے والے بھی آپ ﷺ کی شرافت و پاک دامنی کے گواہ تھے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی، احمد مجتبی محبوب کبریا ﷺ نے کفر و شرک کی فضاؤں میں نعرہ توحید بلند کیا اور یہ پیغام تکالیف کی پروا کیے بغیر پہنچایا۔ خلق خدا سے محبت ایسی کہ توحید و رسالت کی دعوت قبول نہ کرنے والوں کے انجام بد سے اس قدر آزردہ ہوتے کہ آپ ﷺ کا غم امت دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "پس، اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائے، تو آپ ﷺ ان کے پیچھے اس رنج میں اپنی

جان ہلاک کر ڈالیں گے"۔

(سورہ کیف۔6)۔

جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا، ترجمہ: "آپ کا اخلاق قرآن تھا"۔ خود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے مکارم اخلاق کی مدح وثنا ان الفاظ میں فرمائی، "انک لعلیٰ خلق عظیم"، یعنی "اور بے شک آپ تو بڑے ہی خوش خلق ہیں"۔ آپ ﷺ کی صورتِ زیبا بیان کرنے کے لیے کسی کے پاس الفاظ ہی نہیں تھے کہ آپ ﷺ کے حسن و جمال کو کما حقہ بیان کر سکیں۔ کسی نے چاند سے تشبیہ دی، کسی نے سورج سے، مگر انہیں ہمارے آقا مدنی ﷺ کے حسن سے کیا نسبت؟ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں آپ ﷺ کی تعریف کی: "واحسن منک لم ترقط عینی۔۔ واجمل منک لم تلد النساء۔۔ خلقت مبرءا من کل عیب۔۔ کانک قد خلقت کما تشاءٗ"۔ ترجمہ "آپ ﷺ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے ہرگز نہیں دیکھا۔۔ اور آپ ﷺ سے زیادہ جمیل کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔۔ آپ ﷺ ہر عیب سے پاک و صاف پیدا کیے گئے۔۔ گویا کہ آپ ﷺ اس طرح پیدا کیے گئے، جیسا کہ آپ ﷺ نے چاہا"۔ آپ ﷺ کی مدح وثناء بیان کرنا کسی کے بس میں نہیں جبھی تو کہا گیا "یا صاحب الجمال و یا سید البشر۔۔ من و جھک المنیر لقد نور القمر۔۔ لایمکن الثناء کما کان حقہ۔۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر"۔ یعنی "اے صاحب جمال، اے انسانوں کے سردار! آپ ﷺ کے نورانی چہرے سے تو چاند کو روشنی بخشی گئی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کی تعریف کا حق ہے، ایسی تعریف ممکن ہی نہیں۔ بس مختصر بات یہی ہے کہ خدائے ذوالجلال کے بعد آپ ﷺ ہی سب سے بڑے ہیں۔

آپ ﷺ کی صبر بردباری اور درگزر کی صفات کا اندازہ ہی ممکن نہیں۔ اپنے ذاتی معاملے یا کسی دنیاوی سلسلے میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اندازہ کیجئے غزوہ احد میں کفار نے آپ ﷺ کو شدید رنج پہنچایا، یہاں تک کہ آپ ﷺ زخمی ہو گئے، مگر اس کے باوجود چہرہ انور سے خون صاف کرتے ہوئے فرما رہے ہیں، "اے اللہ! انہیں بخش دیجئے، کیونکہ وہ نہیں جانتے"۔ وادی طائف میں اس قدر پتھر

برسائے گئے کہ جسم اطہر لہولہان ہوگیا۔خون بہہ بہہ کر نعلین مبارک میں جم گیا،مگران کے لیے بد دعا تک نہ فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت العالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا شجاعت و بہادری میں کوئی مثل نہ تھا۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ'' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شجیع نہ دیکھا، نہ مضبوط اور نہ ہی اخلاق کے اعتبار سے زیادہ پسندیدہ۔ ہم جنگ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں پناہ لیتے تھے اور اس شخص کو بڑا شجیع سمجھا جاتا تھا، جو میدان جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے قریب ہوتے تھے اور اس شخص کو بھی دشمن کے قریب رہنا پڑتا''۔ (نشر الطیب) جو دوسخا میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مثال آپ تھے۔خود فاقے سے ہوتے، لیکن عطاؤں میں بادشاہوں کو شرمندہ کرتے۔ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر پیش کی جس کی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت بھی تھی۔تاہم، اسی وقت ایک شخص نے مانگ لی تو اسے چادر مرحمت فرمادی۔اگر کچھ نہ ہوتا تو قرض لے کر ضرورت مندوں کی مدد فرماتے۔کبھی کوئی چیز کل کے لیے اٹھا کر نہ رکھتے کہ اپنے رب پر بھروسا اور توکل تھا۔ایک مرتبہ کچھ دینار صدقہ کرنے کے باوجود بچ گئے تو رات بھر نیند نہ آئی۔ارشاد فرمایا:''میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ احد پہاڑ سونا بن جائے اور رات کو اس میں میرے پاس ایک دینار بھی باقی رہے، سوائے اس کے جسے کسی واجب مطالبے کے لیے رکھ لوں''۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں حد درجہ انکساری تھی۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر کشادہ دل تھے، بات کے سچے، طبیعت کے نرم اور معاشرت میں نہایت کریم تھے۔جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کرتا اس کی دعوت قبول کرتے ، ہدیہ قبول فرماتے اگرچہ گائے یا بکری کا پایہ ہی ہوتا اور ہدیہ کا بدل بھی عطا فرماتے۔ آزاد ، غلام، غریب ، سبھی کی دعوت منظور فرماتے۔کسی شخص کی بات بیچ میں نہ کاٹتے، تبسم فرماتے اور خوش مزاجی میں سب سے بڑھ کر تھے۔حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں، ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھڑے ہوگئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تم اس طرح

کھڑے نہ ہوا کرو‘‘ اور فرمایا’’ میں اللہ کا بندہ ہوں، اسی طرح کھاتا ہوں، جس طرح تم کھاتے ہو، اسی طرح بیٹھتا ہوں جس طرح تم بندے بیٹھتے ہو۔‘‘ حضرت انسؓ فرماتے ہیں،’’ میں نے دس برس رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی، آپ ﷺ نے کسی بات پر مجھے ملامت نہیں کی‘‘۔ ایک مرتبہ ایک صحابیؓ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں پرندے کے بچے تھے، جو چیں چیں کر رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا،’’ یہ بچے کیسے ہیں؟ صحابیؓ نے عرض کیا،’’ یارسول اللہ ﷺ میں ایک جھاڑی کے قریب سے گزرا تو ان بچوں کے رونے کی آواز آرہی تھی، میں انہیں نکال لایا، ان کی ماں نے دیکھا تو بے تاب ہوکر سر پر چکر کاٹنے لگی‘‘۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔’’فوراً جاؤ اور ان بچوں کو وہیں رکھ آؤ، جہاں سے لائے ہو‘‘۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ خواتین سے اچھا سلوک کرنے کی ترغیب دی۔ لڑکیوں کی پیدائش باعث عار سمجھی جاتی تھی، آپ ﷺ نے لڑکیوں کو بہترین پرورش پر جنت کی بشارت سنائی۔ حجتہ الوداع میں خاص طور پر عورتوں سے متعلق وصیت کی اور ان کے ساتھ بھلائی کی تاکید کی۔ شرم وحیا کا یہ عالم تھا کہ پیارے نبی ﷺ کے بارے میں فرمایا گیا کہ’’ آپ ﷺ شرم وحیا میں مدینے کی کنواری لڑکیوں سے بھی بڑھ کر تھے‘‘۔ آنحضرت ﷺ دین کی تبلیغ فرماتے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعلیم وتربیت فرماتے، غزاوت میں شریک ہوتے، بیماروں کی عیادت، یتیموں، مسکینوں کی خبرگیری فرماتے، مگر اس سب کے باوجود ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتے، حتیٰ کہ قدم مبارک پر ورم آجاتا۔ امت کے لیے آہ زاری فرماتے، رونے کی وجہ سے آپ ﷺ کے سینے سے ایسی آواز نکلتی جیسے ہانڈی ابل رہی ہو۔ نبی کریم ﷺ اپنے اہل خانہ کا بے حد خیال رکھتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا’’ تم میں سب سے بہتر وہ ہے، جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتا ہو اور میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرتا ہوں‘‘۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:’’ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حریرہ لائی جو میں نے آپ ﷺ کے لیے تیار کیا تھا۔ ام المومنین حضرت سودہؓ بھی وہاں موجود تھیں تو

معلم خیر کے لیے تمام چیزیں مغفرت کیلئے دعا کرتی ہیں (حدیث)

میں نے ان سے کہا کہ ''آپؐ بھی کھائیں، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا ''یا تو کھاؤ، ورنہ اسے تمہارے منہ پر مل دوں گی'' انہوں نے حریرہ میرے منہ پر مل دیا۔ آپ ﷺ پھر ہسنے لگے''۔ اس واقعے سے بھی آپ ﷺ کا حسن سلوک اور ازواج مطہرات میں بے تکلفی واضح ہے۔ رحمت العالمین ﷺ کا عفوو کرم بے مثال تھا اور فتح مکہ کے موقعے پر تو شان غفوو کرم کی گویا معراج تھی۔ وہ لوگ جنہوں نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی، اکیس سال تک رسول ﷺ کو ستاتے رہے، ظلم کا کوئی ایسا حربہ نہ تھا جو خدائے واحد کے پرستاروں پر نہ آزمایا ہو، حتیٰ کہ انہیں گھر بار اور وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا، وہ اب سر جھکائے کھڑے تھے، مکمل طور پر آپ ﷺ کے رحم و کرم پر تھے۔ آپ ﷺ کے ایک اشارے پر انہیں خاک و خون میں ملایا جا سکتا تھا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا ''معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟'' انہوں نے دبی زبان سے جواب دیا۔ ''اے صادق، اے امین! تم ہمارے شریف بھائی اور شریف برادر زادے ہو، ہم نے تمہیں ہمیشہ رحم دل پایا ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ''آج میں تم سے وہی کہتا ہوں، جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا، ''تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ، آج تم سب آزاد ہو''۔

بلاشبہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ ہر قوم، ہر طبقے، ہر جماعت اور ہر فرد کے لیے زمانے میں بہترین نمونہ اور مثال ہے۔ اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا، ترجمہ ''مسلمانو! تم کو اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کرنی بہتر ہے یعنی ہر اس شخص کو جسے اللہ سے ملنے اور روز قیامت کے آنے کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو''۔

(سورۃ الاحزاب، آیت 21)

☆☆☆

حدیث نبوی ﷺ

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب اللہ رب العزت بندے کو کوئی نعمت عطا فرماتا ہے اور وہ بندہ اس نعمت کے ملنے پر الحمد اللہ کہتا ہے تو بندے نے جو شکر ادا کیا، وہ اسے ملنے والی نعمت سے افضل ہوتا ہے''

(سنن ابن ماجہ)

☆☆☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن اوصاف



حافظ اسعد عبید

''خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ'' سب سے زیادہ شجاع و بہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے، بردباری، قوت برداشت، قدرت پا کر معاف کر دینا، مشکلات ومصائب میں صبر کرنا، ایسے اوصاف ہیں کہ جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی تربیت فرمائی تھی، آپ ﷺ سب سے زیادہ حیادار تھے، آپ ﷺ کی نگاہ کسی کے چہرے پر نہ ٹھہرتی تھی ۔۔۔۔۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ عادل، پاک دامن، معاملات میں کھرے اور قول وفعل میں سچے تھے۔

آپ ﷺ اپنے ذاتی معاملات میں کسی سے انتقام نہ لیتے تھے یہاں تک کہ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے کفار کی ایک قوم کے بارے میں بددعا کرنے کیلئے کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں رحمت بن کر آیا ہوں عذاب بن کر نہیں آیا۔۔۔۔۔ آپ ﷺ کے دندان مبارک شہید کئے گئے مگر اس وقت بھی آپ ﷺ نے ان کیلئے ہدایت ومغفرت کی دعا فرمائی....

ایک مرتبہ کسی نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا آپ ﷺ کافروں کیلئے بھی ''خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ'' ہیں؟ فرمایا یہ خوانِ رحمت تمام عالم کیلئے یکساں کھلا ہے۔۔۔۔۔ جب بھی آپ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو فوراً عطا فرما دیتے تھے، جب آپ ﷺ کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ نے ہمیشہ اس میں آسان کام کو اختیار فرمایا تا کہ امت کیلئے سہولت ہو، آپ ﷺ نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا، البتہ اگر مرغوب ہوتا تو تناول فرما لیتے ورنہ چھوڑ دیتے، شہد اور تمام شیریں چیزوں کو طبعاً پسند فرماتے تھے۔

حضور ﷺ اپنے کپڑے مرمّت کر لیتے (پیوند لگا لیتے) تھے اپنے گھر والوں کے کاموں میں مدد کرتے اور مریضوں کی عیادت کرتے تھے، جب کوئی شخص آپ ﷺ کو دعوت دیتا خواہ امیر ہوتا یا مفلس اس کے یہاں تشریف لے جاتے تھے کسی مفلس کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہ جانتے تھے اور کسی بڑے سے بڑے بادشاہ سے اس کی مالداری کی وجہ سے مرعوب نہ ہوتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ

جو وعدہ پورا کرے گا اور برے کاموں سے بچے گا وہی اللہ کا محبوب بنے گا (القرآن)

حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے لیکن آپ ﷺ اور آپ کے گھر والوں نے جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی، آپ ﷺ کے گھر والوں پر دو دو مہینے مکمل اس طرح گزر جاتے تھے کہ چولھے میں آگ جلانے کی نوبت تک نہ آتی۔

آپ ﷺ سواری پر اپنے پیچھے اپنے غلام کو سوار کر لیتے تھے، موٹے کپڑے پہنتے تھے، سفید کپڑے آپ ﷺ کو سب سے زیادہ پسند تھے، آپ ﷺ غیض و غضب سے دور اور سب کے ساتھ جلد راضی ہو جاتے تھے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جود و سخا کے پیکر تھے، شجاعت و بہادری اور دلیری میں بھی آپ ﷺ کا مقام سب سے بلند اور معروف ہے نہایت ہی مشکل اور تین مراحل اور مواقع پر جبکہ بڑے بڑے جانبازوں اور بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے آپ ﷺ اپنی جگہ ثابت قدم اور برقرار رہے۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ جب زور کا رَن پڑتا اور جنگ کے شعلے خوب روشن ہوتے اور بھڑک اٹھتے تو ہم حضور ﷺ کی آڑ لیا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ ابھی دس سال کے کمسن بچے تھے کہ ان کی والدہ حضرت ام سلیمؓ نے ان کو حضور ﷺ کی خدمت کیلئے ان کے سپرد کر دیا اور حضرت انسؓ شب و روز حضور ﷺ کی خدمت کرتے، معصوم عمر اور بے شعور ہونے کی وجہ سے کئی کام بنے کے بجائے بگڑ بھی جاتے لیکن حضور ﷺ کا ان کو ڈانٹنا تو دور کی بات آپ ﷺ کے چہرہ انور پر اس کی وجہ سے ناگواری کے آثار بھی نہیں آئے، حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے مسلسل دس سال حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں گزارے، اس طویل مدت میں کبھی ایک بار بھی میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے مجلس کے ساتھیوں اور ہم نشینوں کی طرف اپنے پاؤں پھیلائے ہوں، نہ کبھی دیکھا کہ کسی نے آپ ﷺ سے مصافحہ کیا ہو اور آپ ﷺ نے پہلے اپنے ہاتھ کھینچ لیے ہوں۔۔۔۔۔ میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا کوئی شخص آپ ﷺ سے ملنے آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہو، اور آپ ﷺ اس کے پاس سے خود کبھی ہٹ گئے ہوں.... آپ ﷺ برابر کھڑے رہتے جب تک کہ وہ شخص خود ہی نہ ہٹ جاتا۔۔۔ اور میں نے جو کام بھی کیا ٹھیک ہو گیا یا خراب کبھی آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا اور ایسا کیوں کیا، اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ ایسا اور ایسا کیوں نہیں کیا، میں نے بارہا عطر سونگھا ہے اور اچھے سے اچھے عطر کو سونگھا ہے۔ مگر آج تک میں نے حضور اقدس ﷺ (کے جسم اطہر اور پسینہ) کی خوشبو سے بہتر خوشبو نہیں سونگھی اور آج تک میں نے یہ بھی نہیں دیکھا کہ کسی نے سرگوشی کیلئے آپ ﷺ کی طرف سر جھکایا ہو اور اس

شخص کے سر ہٹانے سے پہلے حضور اقدس ﷺ نے بھی اپنا سرا ٹھایا ہو۔۔۔۔۔۔

حضرت خارجہ بن زید ؓ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہوتے، اپنے پاؤں وغیرہ نہ پھیلاتے، بہت زیادہ خاموش رہتے، بلاضرورت نہ بولتے، جو شخص نامناسب بات کہتا اس سے رُخ انور پھیر لیتے، آپ ﷺ کی ہنسی مسکراہٹ تھی اور کلام دوٹوک (واضح) نہ فضول نہ ہی کوتاہ، آپ ﷺ کے صحابہ کرام ؓ کی ہنسی بھی آپ ﷺ کی توقیر واقتداء میں مسکراہٹ ہی کی حد تک ہوتی (شمائل ترمذی)

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا اخلاق سب سے زیادہ کشادہ اور اعلیٰ تھا، بدخلقی سے سب سے زیادہ دور تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "بے شک آپ ﷺ اخلاق کے بلند ترین مرتبہ پر فائز ہیں"۔ اُم المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن مجید تھا، لیکن قرآن مجید میں جس قدر محاسن اخلاق کا ذکر ہے وہ سب آپ ﷺ کی ذات اقدس میں پائے جاتے تھے، جس چیز کو قرآن پسند کرتا آپ ﷺ بھی اس کو پسند فرماتے اور جس کو قرآن پسند نہ کرتا اس کو آپ ﷺ بھی پسند نہ فرماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والے لوگوں کیلئے حضور ﷺ کی ذات کو نمونہ اور مثال قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ کی ذات اقدس کے بارے میں فرماتے ہیں "درحقیقت تمہارے لیے حضور اقدس ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے"

اللہ تعالی ہم سب کو حضور اقدس ﷺ کی "سیرت وصورت" کو اپنانے اور "خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ" کے "اسوۂ حسنہ" پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مؤرخین اسلام نے "رحمۃ للعالمین ﷺ" کی حیات طیبہ کے اس سنہری گوشہ کو بھی "عالم آشکار" کیا ہے جب آپ ﷺ نے سوا لاکھ کے قریب صحابہ کرام ؓ کے مجمع عام میں "حجۃ الوداع" کے موقعہ پر خطاب فرمار ہے تھے کہ لوگو! آج انتقامی جذبات کے شعلے ختم ہو رہے ہیں، انتقامی خون باطل کر دیا گیا، آپ ﷺ نے ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! ایک دوسرے کے قاتلوں کو معاف کر دو اس کی ابتداء میں اپنے بھتیجے ربیعہ بن حارث کے خون کو معاف کر رہا ہوں۔

لوگو۔۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ ایک ہے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، لوگو اللہ سے ڈرو۔۔۔۔۔۔

لوگو! سنو تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن، آج کے مہینے اور شہر کی حرمت ہے۔۔۔۔۔لوگو! جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال

اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے (سورۃ الانبیاء)

کیا وہ حلال ہے، جس چیز کو حرام کیا وہ حرام ہے، لوگو! تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے اور ان کیلئے حق ہے کہ وہ تمہاری عزت سے نہ کھیلیں، عورتوں کو خیانت کرنے پر سزا دے سکتے ہو، اگر عورتیں (بیویاں) تابعدار ہو جائیں تو انہیں اچھا کھلاؤ، اچھا پہناؤ، میں عورتوں کے متعلق تم کو بھلائی کی تاکید کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔لوگو! تمہارا رب ایک، تمہارا باپ ایک، تم سب آدم علیہ السلام سے ہو اور آدم مٹی سے، اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے اچھا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔۔۔۔ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، اور کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی برتی وفضیلت حاصل نہیں مگر پرہیز گاری کے ساتھ ۔۔۔۔۔۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! جاہلیت کے سود مٹائے جاتے ہیں، زمانہ جاہلیت کے آثار ختم کیے جاتے ہیں، لوگو! جاہلیت کے سودی لین دین اور کاروبار آج ختم کئے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباسؓ کا سودی بیوپار توڑتا ہوں۔۔۔۔لوگو! قتل عمد پر قصاص ہے۔۔۔۔۔ لوگو! میرے بعد نہ کوئی نبی ہے (کیونکہ میں آخری نبی ہوں) اور نہ کوئی نئی امت پیدا ہونے والی ہے، اچھی طرح سن لو، اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز ادا کرو، سال بھر میں ایک مہینہ رمضان المبارک کے روزے رکھو اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ دیا کرو، خانہ خدا کا حج بجالاؤ۔۔جس کی جزا ہے کہ تم اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو گئے۔۔۔۔۔۔"رحمۃ للعالمین ﷺ" نے اپنے جانثار صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ ۔۔۔۔۔ لوگو! قیامت کے روز تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟ ۔۔۔۔صحابہ کرامؓ نے بیک آواز عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہم گواہی دیتے ہیں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام صرف پہنچایا ہی نہیں بلکہ پہنچانے کا حق ادا کر دیا ہے۔۔۔۔۔۔۔

اس وقت حضور اقدس ﷺ اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا۔۔۔۔۔آپ ﷺ آسمان کی طرف اپنی انگشت مبارک کو اٹھاتے تھے اور پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یا اللہ! سن لے تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں۔ یا اللہ! گواہ رہیو کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں۔ یا اللہ! شاہد رہیو کہ یہ سب کیا صاف اقرار کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ حاضرین میری بات سن کر غیر حاضرین تک پہنچا دیں۔ اللہ رب العزت ہمیں اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆

☆.....☆

☆.....☆.....☆

مجالس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ سید سلیمان ندویؒ

شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار نقیب و چاؤش اور خیل و حشم کا دربار نہ تھا۔ دروازہ پر دربان بھی نہیں ہوتے تھے۔ تاہم نبوت کے جلال سے ہر شخص پیکر تصویر نظر آتا تھا۔ احادیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں لوگ بیٹھتے تو یہ معلوم ہوتا کہ ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں یعنی کوئی شخص ذرا بھی جنبش نہیں کرتا تھا۔ گفتگو کی اجازت میں ترتیب کا لحاظ رہتا تھا، لیکن یہ امتیاز مراتب، نسب و نام یا دولت و مال کی بنا پر نہیں بلکہ فضل و استحقاق کی بنا پر ہوتا تھا۔ سب سے پہلے اہل حاجت کی طرف متوجہ ہوتے اور ان کے معروضات سن کر ان کی حاجت برآوری فرماتے، تمام حاضرین ادب سے سر جھکائے رہتے، خود بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مؤدب ہو کر بیٹھتے۔ جب کچھ فرماتے تو تمام مجلس پر سناٹا چھاجایا۔ کوئی شخص بولتا تو جب تک چپ نہ ہو جائے، دوسرا شخص بول نہیں سکتا تھا۔ اہل حاجت عرض مدعا میں ادب کی حد سے بڑھ جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال حلم کے ساتھ برداشت فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی بات کاٹ کر گفتگو نہ فرماتے۔ جو بات ناپسند ہوتی اس سے تغافل فرماتے اور ٹال جاتے۔ کوئی شخص شکریہ ادا کرتا تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعی اس کا کوئی کام انجام دیا ہے تو شکریہ قبول فرماتے۔ مجلس میں جس قسم کا ذکر چھڑ جاتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس میں شامل ہو جاتے۔

ہنسی اور مہذب ظرافت میں بھی شریک ہوتے۔ کبھی کسی قبیلہ کا کوئی معزز شخص آجاتا تو حسب مرتبہ اس کی تعظیم فرماتے۔ مزاج پرسی کے ساتھ ہر شخص سے دریافت فرماتے کہ کوئی ضرورت اور حاجت مند تو نہیں ہے۔ یہ بھی فرماتے کہ جو لوگ اپنے مطالبات مجھ تک نہیں پہنچا سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو۔ ایران میں معمول تھا کہ جب مجلس میں کوئی معزز شخص آجاتا تو سب تعظیم کو کھڑے ہو جاتے۔ یہ بھی قاعدہ تھا کہ رؤسا اور امراء جب دربار جماتے تو لوگ سینوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑے رہتے۔

آپ نے ان باتوں سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ جس کو یہ پسند آتا ہے کہ لوگ اس کے سامنے تعظیم سے کھڑے رہیں، اس کو اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈنی چاہیے۔ البتہ جوش محبت میں کسی کسی کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ چنانچہ، سیدہ

فاطمہ الزہرا؄ جب کبھی آ جاتیں تو اکثر کھڑے ہو جاتے اور فرطِ محبت سے ان کی پیشانی چومتے۔ (حلیمہ سعدیہ کے لیے بھی آپ نے اٹھ کر چادر بچھادی تھی۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ کے رضاعی بھائی آئے تو ان کے لیے بھی محبت سے کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھایا۔)

آدابِ مجلس: ان مجالس میں آنے والوں کے لیے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ عموماً بدو اپنے اسی وحشت نما طریقہ سے آتے اور بے باکانہ سوال وجواب کرتے۔ خلق نبوی کا منظران مجالس میں زیادہ حیرت انگیز بن جاتا ہے۔ آپ ﷺ پیغمبر خاتم کی حیثیت سے رونق افروز ہیں۔ صحابہ عقیدت مند غلاموں کی طرح خدمت اقدس میں حاضر ہیں۔ ایک شخص آتا ہے اور اس کو نبی کریم ﷺ اور حاشیہ نشینوں میں کوئی ظاہری امتیاز نظر نہیں آتا۔ لوگوں سے پوچھتا ہے محمد کون ہے؟ صحابہ بتاتے ہیں کہ یہی گورے سے آدمی جو ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ وہ کہتا ہے: اے ابن عبدالمطلب! میں تم سے نہایت سختی سے سوال کروں گا، خفا نہ ہونا۔ آپ ﷺ بخوشی سوال کی اجازت دیتے ہیں، بایں ہمہ سادگی و تواضع، یہ مجالس رعب، وقار اور آداب نبوت کے اثر سے لبریز ہوتی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات وتلقینات کا دائرہ اخلاق، مذہب اور تزکیہ نفوس تک محدود تھا۔ اس کے علاوہ اور باتیں منصب نبوت سے خارج تھیں، لیکن بعض لوگ نہایت معمولی اور خفیف باتیں پوچھتے تھے۔ مثلاً: یارسول اللہ! میرے باپ کا کیا نام ہے؟ میرا اونٹ کھو گیا ہے، وہ کہاں ہے؟ آپ ﷺ اس قسم کے سوالات کو ناپسند فرماتے تھے۔

ایک بار اسی قسم کے لغو سوالات کیے گئے تو آپ ﷺ نے برہم ہو کر فرمایا کہ جو پوچھنا ہے پوچھو، میں سب کا جواب دوں گا۔ سیدنا عمر فاروق؄ نے آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ دیکھا تو نہایت الحاج کے ساتھ کہا: رضیت (میں خوش ہوں) کوئی شخص کھڑے کھڑے سوال نہیں کرتا تھا۔ ایک شخص نے اس طرح سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کی طرف تعجب سے دیکھا۔ اسی طرح یہ بھی معمول تھا کہ جب ایک مسئلہ طے ہو جاتا تو دوسرا مسئلہ پیش کیا جاتا۔ بعض اوقات آپ ﷺ گفتگو کر رہے ہوتے، کوئی صحرا نشین، بدو جو آدابِ مجلس سے ناواقف ہوتا، دفعتاً آ جاتا اور عین سلسلہ تقریر میں کوئی بات پوچھ بیٹھتا۔ آپ ﷺ تقریر قائم رکھتے اور فارغ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور جواب دیتے۔

اوقاتِ مجلس: اس قسم کی مجالس کے لیے جو خاص وقت مقرر تھا وہ صبح کا تھا۔ نماز فجر کے بعد آپ ﷺ بیٹھ جاتے اور فیوض روحانی کا سرچشمہ جاری ہو جاتا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے بعد آپ ﷺ ٹھہر جاتے اور مجلس قائم ہو جاتی۔ چنانچہ کعب بن

اور ایک دوسرے کے مال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے (سورۃ الحجرات)

مالک پر جب غزوۂ تبوک کی غیر حاضری کی وجہ سے عتاب نازل ہوا تو وہ ان ہی مجالس میں آکر نبی کریم ﷺ کی خوشنودی مزاج کا پتا لگاتے۔ چونکہ افادۂ عام ہوتا تھا، اس لیے آپ ﷺ چاہتے تھے کہ کوئی شخص فیض سے محروم نہ رہنے پائے۔ اس بنا پر جو لوگ ان مجالس میں آکر واپس چلے جاتے تو ان پر آپ ﷺ نہایت ناراض ہوتے تھے۔

آپ ﷺ ایک مرتبہ صحابہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ تین شخص آئے۔ ایک صاحب نے حلقہ میں تھوڑی سی جگہ خالی پائی۔ وہیں بیٹھ گئے۔ دوسرے صاحب کو درمیان میں موقع نہ ملا اس لیے سب کے پیچھے بیٹھے لیکن تیسرے صاحب واپس چلے گئے۔ نبی کریم ﷺ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ان میں سے ایک نے خدا کی طرف پناہ لی، خدا نے بھی اس کو پناہ دی۔ ایک نے حیاء کی، خدا بھی اس سے شرمایا۔ ایک نے خدا سے منہ پھیرا، خدا نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔ وعظ ونصائح کتنے ہی موثر طریقے سے بیان کیے جائیں، لیکن ہمیشہ سنتے سنتے آدمی اکتا جاتا ہے اور نصائح بے اثر ہوجاتے ہیں۔ اس بنا پر نبی کریم ﷺ وعظ ونصائح کی مجالس ناغہ دے کر منعقد فرماتے تھے۔

عورتوں کے لیے مخصوص مجالس: ان مجالس کا فیض زیادہ تر مردوں تک محدود تھا اور عورتوں کو موقع کم ملتا تھا۔ اس بنا پر عورتوں نے درخواست کی کہ ہمارے لیے خاص دن مقرر فرمایا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے یہ درخواست منظور کی اور ان کے وعظ وارشاد کے لیے ایک خاص دن مقرر ہو گیا۔ اگرچہ مسائل شرعیہ کے متعلق ہر قسم کے سوالات کی اجازت تھی اور خاتونانِ حرم وہ مسائل دریافت کرتی تھیں جو خاص پردہ نشینوں سے تعلق رکھتے تھے۔ تاہم جب کوئی پردہ کا واقعہ مجلس عام میں سوال کی غرض سے پیش کیا جاتا تو فرطِ حیا سے آپ ﷺ کو ناگوار ہوتا۔

طریقہ ارشاد: کبھی کبھی آپ ﷺ خود امتحان کے طور پر حاضرین سے کوئی سوال کرتے۔ اس سے لوگوں کی جودتِ فکر اور اصابت رائے کا اندازہ ہوتا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے پوچھا: وہ کون سا درخت ہے جس کے پتے جھڑتے ہیں اور جو مسلمانوں سے مشابہت رکھتا ہے؟ لوگوں کا خیال جنگلی درختوں کی طرف گیا، میرے ذہن میں آیا کہ کھجور کا درخت ہوگا لیکن میں کم سن تھا اس لیے جرات نہ کرسکا۔ بالآخر لوگوں نے عرض کی کہ آپ بتائیں۔ ارشاد فرمایا: کھجور۔ عبداللہ بن عمرؓ کو تمام عمر حسرت رہی کہ کاش میں نے جرأت کرکے اپنا خیال ظاہر کردیا ہوتا۔

ایک روز آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ صحابہ کے دو حلقے قائم تھے۔ ایک قرآن خوانی اور ذکر ودعا میں مشغول تھا اور دوسرے حلقے میں علمی باتیں ہوری تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دونوں

عمل خیر کر رہے ہیں لیکن خدا نے مجھ کو صرف معلم بنا کر مبعوث کیا ہے، یہ کہ کر علمی حلقے میں بیٹھ گئے۔

مجالس میں شگفتہ مزاجی: باوجود اس کے کہ ان مجالس میں صرف ہدایت، ارشاد، اخلاق اور تزکیہ نفوس کی باتیں ہوتی تھیں اور صحابہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس طرح بیٹھتے تھے کہ کان الطیر فوق رؤسہم (جیسے چڑیاں ان کے سروں پر بیٹھی ہوں) تاہم یہ مجلسیں شگفتہ مزاجی کے اثر سے خالی نہ تھیں۔ ایک دن آپ ﷺ نے ایک مجلس میں بیان فرمایا کہ جنت میں خدا سے ایک شخص نے کھیتی کرنے کی خواہش کی۔ خدا نے کہا: کیا تمہاری خواہش پوری نہیں ہوئی؟ اس نے کہا ہاں! لیکن میں چاہتا ہوں کہ فوراً بوؤں اور ساتھ ہی تیار ہوجائے۔ چنانچہ اس نے بیج ڈالے، فوراً دانہ اُگا۔ بڑھا اور کاٹنے کے قابل ہوگیا۔ ایک بدو بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا: یہ سعادت صرف قریشی یا انصاری کو نصیب ہوگی جو زراعت پیشہ ہیں لیکن ہم لوگ تو کاشتکار نہیں۔ آپ ﷺ ہنس پڑے۔

فیض صحبت: ایک دفعہ سیدنا ابو ہریرہؓ نے عرض کی کہ ہم جب خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو دنیا ہیچ معلوم ہوتی ہے، لیکن جب گھر میں بال بچوں میں بیٹھتے ہیں تو حالت بدل جاتی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ایک سا حال رہتا تو فرشتے تمہاری زیارت کو آتے۔

ایک دفعہ سیدنا حنظلہؓ خدمت اقدس میں آئے اور کہا: یارسول اللہ! میں منافق ہوگیا ہوں۔ میں جب خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہوں اور آپ ﷺ دوزخ و جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو یہ چیزیں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں، لیکن بال بچوں میں آکر سب بھول جاتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ اگر باہر نکل کر بھی وہی حالت رہتی تو فرشتے تم سے مصافحہ کرتے۔

☆......☆......☆

حضرت محمد ﷺ!

آپ ﷺ 9 یا 12 ربیع الاول کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کے والد عبداللہ وفات پا چکے تھے اس لیے پرورش آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے کی۔ آپ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ ولادت کے بعد سات روز تک ثوبیہؓ کا دودھ پیا جو کہ ابولہب بن عبدالمطلب کی لونڈی تھیں۔ عرب کے دستور کے مطابق آٹھویں روز قبیلہ بنی سعد کی ایک خاتون حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کئے گئے۔ حلیمہ سعدیہؓ آپ ﷺ کو ہر چھ ماہ بعد مکہ لاتی تھیں۔ آپ ﷺ چار برس کی عمر تک بنی سعد میں رہے۔ چھ برس کے تھے کہ والدہ کا انتقال ہوگیا۔ بعدازاں پرورش اور تربیت پہلے دادا عبدالمطلب نے کی۔ جب آٹھ برس کے تھے تو دادا بھی وفات پا گئے۔ اس طرح اپنے چچا ابوطالب کے سایہ عاطف میں آگئے۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا کے ساتھ بصرہ اور شام کے کئی تجارتی سفر کیے۔ بارہ سال کی عمر میں تجارت کے سلسلے میں شام گئے تو وہاں ایک عیسائی راہب بحیرہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو ابوطالب کو بتایا کہ نبوت کی جو علامات تورات اور انجیل میں درج ہیں، وہ آپ ﷺ میں موجود ہیں۔☆☆☆

اصل مجاہد وہ ہے جو خدا کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کرے (حدیث)

بچوں اور خواتین کا نداءِ اجود

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں پر شفقت اور خواتین کے حقوق

حافظ عباد اجود

اسلام ایک آفاقی اور فطری مذہب ہے، اس کا ایک ایک پہلو فطرت کے عین مطابق ہے، اسلام صرف مسلمان طبقہ کے لیے نہیں بلکہ پوری کائنات کی تمام مخلوقات کے لیے خیر و بھلائی اور رہنمائی لے کر آیا ہے۔ اس لیے اسلام ہر ایک طبقہ کو اس کے مرتبہ کے لحاظ سے مقام دلاتا ہے۔ اسلامی طبقے میں ایک طبقہ بچوں کا بھی ہے، اس لیے آج چند باتیں بچوں کے حوالے سے زیب قرطاس کر رہا ہوں۔

کیونکہ بچے کسی کے بھی ہوں سب کو اچھے لگتے ہیں اور ہر ایک گھر کے آنگن کی رونقیں ہوتی ہیں، ہر ایک گلشن کی ہریالیاں ہوتی ہیں اور ہر ایک ماؤں کی جھولیوں کی تروتازگیاں ہوتی ہیں، اگر کسی ماں کے بچے نہ ہوں تو مذہب اسلام کی معتبر ترین آخری اور رُشد و ہدایت کی سرچشمہ کتاب میں اللہ رب العزت نے خود ہی بتلا دیا کہ مجھ سے بچوں کی التجا کرو کیونکہ میں ہی اولاد دینے والا ہوں۔

فرمایا: رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوٰجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا۔ قُرَّةَ اَعْيُنٍ۔ ترجمہ: اے ہمارے اللہ عطا فرما ہمیں ہماری ازواج میں سے اور ہماری اولاد میں سے آنکھوں کی ٹھنڈک۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بچے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے ہیں۔ اس لیے جناب سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام سے جب حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کو بچپن میں جدا کیا گیا تو بچوں کی فطری محبت جو کہ ماں باپ کے اندر ہوتی ہے وہ جوش میں آئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام روتے رہے، یہاں تک کہ آنکھوں سے بینائی بھی چلی گئی اور ہمارے پیارے آقا حضورِ اقدس رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں سے کس طرح پیار تھا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص بچوں پر شفقت نہیں کرتا اور بڑوں کا احترام نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ گویا کہ وہ شخص امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے نہیں ہے۔ یہ تو صرف پیار اور شفقت کی بات ہے، چہ جائیکہ مارنا، پیٹنا اور حد سے بڑھ کر یہ اقدام کرنا کہ ان معصوموں اور نونہالوں کی زندگی چھین لینا۔ یہ تو اسلام کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے اور

خلاف ہے۔ خادمِ رسول ﷺ سیدنا حضرت اَنس ؓ نے دس سال کملی والے آقا ﷺ کی خدمت میں سعادت حاصل کی۔ فرماتے ہیں کہ ان دس سالوں میں نبیٔ رحمت ﷺ نے مجھے کبھی بھی نہیں فرمایا کہ آپ ؓ نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ اور نہ ہی یہ فرمایا کہ آپ ؓ نے یہ کام کیوں کیا؟ اور حضرات حسنین کریمین ؓ کے ساتھ محبت واُلفت بھی دیکھ لیں کہ ان سے کتنا پیار اور محبت تھی اور نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ یا اللہ میں ان سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کر۔

ایک مرتبہ پیغمبرِ اسلام جناب سیدنا حضرت محمد ﷺ مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ سامنے سے ننھے منے معصوم جنتی جوانوں کے سردار حسنین کریمین ؓ آتے ہوئے نظر آئے وہ کبھی گرتے تھے کبھی اُٹھتے تھے کبھی چلتے تھے، یہ منظر کملی والے آقا ﷺ سے دیکھا نہ گیا خطبہ چھوڑ کر منبر سے نیچے تشریف لائے اور دونوں شہزادوں کو اُٹھا لیا اور سینے سے لگا لیا، چوم کر پیار کیا پھر اپنے پاس لے آئے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ نبی اکرم سرکارِ دوعالم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے کہ یہ دونوں شہزادے آکر آپ ﷺ کے اوپر سجدے کی حالت میں بیٹھ گئے، آپ ﷺ نے سجدے سے سر نہیں اُٹھایا بلکہ سجدے کو لمبا کر دیا۔ جب تک وہ اوپر سے نہیں اُترے تو آپ ﷺ نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے گھر مبارک میں اِن ننھے شہزادوں کو اپنی کمر مبارک پر اٹھا کر چکر لگا رہے تھے تو حضرت عمر فاروق ؓ تشریف لائے تو فرمایا کہ کیا ہی اچھے سوار ہیں۔ آپ ﷺ نے فوراً فرمایا کہ سواری بھی کتنی اچھی ہے۔ یہ ہادیٔ عالم ﷺ کی بچوں کے ساتھ محبت و اُلفت کی انتہا ہے۔

اِن واقعات کو دیکھ کر شاید کچھ حضرات یہ کہہ دیں کہ یہ تو اپنے نواسوں کے ساتھ محبت کے واقعات ہیں، دوسروں کے بچوں کے ساتھ تو نہیں۔ نہیں، نہیں میرے بھائیو اب میں آپ کے سامنے ایک نمونہ کے لیے واقعہ بھی لکھ رہا ہوں کہ بچوں سے ہمارے آقا ﷺ کو کتنا پیار تھا کہ ایک مرتبہ عید کا دن تھا۔ حضور اقدس رحمت دوعالم ﷺ نمازِ عید پڑھانے کے لیے عیدگاہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں کچھ بچوں کو دیکھا کہ خوبصورت لباس والے اور خوبصورت شکلوں والے نہایت ہی خوشی و مسرت کے ساتھ کھیلتے کودتے عیدگاہ کی طرف جا رہے تھے۔ لیکن ایک بچہ غمگین و

تمہارے لیے یہی گناہ کافی ہے کہ تم ہمیشہ جھگڑتے رہو (حدیث)

اداس صورت کے ساتھ میلے کچیلے کپڑوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ تو آپ ﷺ اس بچے کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ بیٹا کیا بات ہے آج عید کا دن ہے آپ نہائے نہیں اور نہ ہی صاف ستھرا لباس پہنا ہے اور آپ کو عید کی خوشی بھی نہیں ہے کیا؟

تو بچہ روتے ہوئے بولا کہ میں نئے کپڑے کیسے پہنوں اور خوشی کیسے مناؤں کیونکہ میرے تو ماں باپ اس دنیا فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے اس بچے کی اُنگلی پکڑی اور اپنے دولت کدہ میں لے آئے اور امّ المؤمنین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ اس بچے کو نہلاؤ۔ صاف ستھرے کپڑے پہناؤ اور ساتھ ہی بچے کو فرمایا کہ آج کے بعد میں محمد ﷺ آپ کا باپ ہوں اور حضرت عائشہؓ آپ کی ماں ہیں۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ بچے جن کے باپ امام الانبیاء ﷺ ہوں اور ماں کائنات کی ماں حضرت امّی عائشہ صدیقہؓ ہوں۔

میرے محترم دوستو، بچوں پر شفقت کرنا ہمارے اسلام کا حصہ ہے۔ المختصر، اللہ رب العزت تمام بے اولاد لوگوں کو اولاد صالح عطا فرمائیں اور جن کے بچے ہیں ان کو والدین کی ٹھنڈک بنائیں اور مستقبل کے اسلامی علمبردار بنائیں۔

(اسلام میں عورت کے حقوق)

آپ ﷺ کی بعثت کے بعد عورت کو وہ مقام ملا جس کا اس سے قبل تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کیوں کہ زمانۂ جاہلیت میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی، عورت ایک حقیر ترین مخلوق بن کر رہ گئی تھی، قدیم مانہ میں عورت کو شیطان کی بیٹی اور نجاست کا مجسمہ سمجھا جاتا تھا وہ غلاموں کی طرح بازار میں بیچی جاتی تھی، میراث میں اس کا کوئی حق نہ تھا، رومیوں نے عورت کو جانور کا مقام دیا تھا۔ نکاح کو عورت کے خریدنے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ معمولی قصور پر عورت قتل کر دی جاتی تھی۔ اہلِ عرب زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے، یہودیوں کے ہاں کافی عرصہ اس بارے میں اختلاف رہا کہ عورت انسان بھی ہے یا نہیں، بہت سوں کا خیال تھا کہ عورت ایک انسان نما حیوان ہے جسے مردوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ہندو، عورت کی جداگانہ حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے، شوہر مر جاتا تو بیوی کو بھی شوہر کی چتا پر زندہ جل کر مر جانا پڑتا تھا۔ عیسائیوں کے ہاں عورت کی کیا قدر و قیمت تھی، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔ ۵۸۲ء میں کلیسا کی ایک مجلس نے فتویٰ دیا تھا کہ عورتیں روح نہیں رکھتی۔ عجیب اتفاق

ہے کہ جب کلیسا یہ فتویٰ جاری کر رہا تھا، اس سے چند سال پہلے جزیرۃ العرب میں وہ آخری نبی پیدا ہو چکا تھا جو تمام کچلے ہوئے انسانوں کے حقوق کا محافظ تھا۔ اللہ کے آخری نبی ﷺ نے عورت کو ذلت اور پستی کی گہرائیوں سے اٹھایا اور عظمت اور رفعت کے بلند مقام پر فائز کر دیا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے عورت کی چار حیثیتیں متعین کر دی۔

☆ ایک حیثیت یہ بتائی کہ عورت تمہاری بیٹی ہے تو تم اس بیٹی کی تربیت کرو اور جنت پاؤ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ جو شخص دو بیٹیوں کی بہترین پرورش و تربیت کرنے کے بعد ان کا نکاح کر دے تو وہ میرے ساتھ جنت میں اکٹھے ہوگا۔

☆ دوسری حیثیت یہ بتائی کہ عورت تمہاری بہن ہے اگر اس کا باپ نہیں ہے تو پھر ذمہ داری تیرے اوپر ہے۔

☆ تیسری حیثیت یہ بتائی کہ اگر عورت تیری بیوی ہے تو اس کا سارا خرچہ (رہائش، لباس، کھانا پینا) اور اس کا تحفظ تیرے ذمہ ہے گویا اس کو گھر کی ملکہ کا درجہ دے دیا اور شوہر کو بیوی کے تمام حقوق کی پاسداری کا پابند فرما دیا۔

☆ حضور ﷺ نے چوتھی حیثیت یہ بتائی کہ اگر عورت تیری ماں ہے تو جنت اس کے قدموں کے نیچے ہے۔ ارشاد فرمایا: الجنۃ تحت اقدام الامہات۔ ترجمہ: جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (مشکوٰۃ)

تو اسلام نے عورت کی چار حیثیتیں بتا کر عورت کا سر بلند کر دیا۔ آپ کو دیگر مذاہب میں جو عورت کو مقام دیا گیا تھا اس کی تھوڑی سی جھلک بھی دکھائی اور اسلام نے عورت کو جو مقام، جو حقوق اور تحفظ دیا وہ بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

☆☆............☆☆

(شانِ مصطفوی ﷺ)

دیکھی نہیں کسی نے اگر شانِ مصطفی ﷺ
دیکھے کہ جبرائیل ہے دربانِ مصطفی ﷺ
لطفِ خدائے پاک کی تصویر کھینچ گئی
پھرنے لگے جب آنکھ میں احسانِ مصطفی ﷺ
اسلام کا زمانہ میں سکہ بٹھا دیا
اپنی مثال آپ ہیں یارانِ مصطفی ﷺ
رکھے وہ یاد خسرو پرویز کا حال
پہنچا ہے جس کے ہاتھ میں فرمانِ مصطفی ﷺ
میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور ﷺ پر
میری ہزار جاں ہو قربانِ مصطفی ﷺ
رشتہ میرا خدا کی مخلوق سے ٹوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامانِ مصطفی ﷺ

☆☆............☆☆

☆☆......☆☆



جنت کے راستے

نورین خالد

نقش قدم نبیؐ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے
ضرورت نہیں ہے کسی رہبر کی
محمد ﷺ کا نقش ِ قدم چاہتا ہوں

سابقہ تمام انبیاء کرامؑ کی جوہری تعلیمات یعنی توحید، رسالت، آخرت اور ان تعلیمات کے مقتضیات کا حاصل پیغمبر آخر زمان ﷺ کی شریعت مطہرہ ہے اور آپؐ کی لائی ہوئی اکمل و احسن شریعت کی اتباع گویا تمام رسولوں کی اتباع ہے۔

کمال ہمیشہ جمال کا تقاضا کرتا ہے اسی لیے رب العزت اللہ نے نبی آخری الزمانؐ کو دائمی اور سرمدی، کامل واکمل نمونہ اور اسوہ بنایا اور اسے ہرلحاظ سے قابل تقلید اور واجب الاتباع قرار دیا ۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے" بے شک تمہارے لیے رسول اللہؐ کی زندگی میں اُسوہ حسنہ موجود ہے ہر شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی اُمید رکھتا ہے اور اللہ کی یاد کثرت سے کرتا ہے"(الاحزاب:21:33)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے اُسوہ کا مالہ کو اپنی صحبت کا بھی معیار قرار دیا ہے۔" اے محمدؐ! کہہ دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو، تب اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور اللہ بڑا مغفرت والا اور رحم کرنے والا ہے"

میرے رسول اللہ ﷺ ایک وسیع اور عالمگیر آئینہ ہے۔ جولوگ رہنمائی اور روشنی کے لیے آپؐ کے علاوہ ادھر اُدھر بھٹک رہے ہیں اور جگہ جگہ دستِ سوال کر رہے ہیں ان کے حصے میں ناکامی، مایوسی، حسرت و یاس اور گمراہی کے سوا کچھ نہ آئے گا۔ آپؐ کے اخلاق واحوال قرآن کریم کی عملی تصویر تھی لہٰذا امت حسنہ کی پیروی دراصل کلام الٰہی کی پیروی ہے۔ اماں عائشہؓ نے اس حقیقت کی تصویر کشی ۔ ان الفاظ میں فرمائی کہ آپؐ کے اخلاق قرآن پاک میں ہیں۔ کلام الٰہی نے سنت کو عمل اور اتباع میں کلام اللہ کا درجہ دیا ہے۔ حضورؐ پر وحی آیا کرتی تھی اور جرائیلؑ آپ ﷺ کے پاس وہ سنت لے کر آیا کرتے تھے جو اس کی تفسیر کر دیتی تھی۔" وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، وہ خدا کی وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔"(ترجمان السنہ)

حکم ربانی ہے" اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے

ایمان اور بخل ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے (حدیث)

رسولؐ کی اطاعت کرو۔'' ''رسولؐ جو کہیں اس کو قبول کرو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔'' ''جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے رسولؐ سے بیعت کی اس نے گویا اللہ سے بیعت کی۔''

اگر تمہیں اللہ سے محبت کرنی ہے تو میری اتباع کرو۔ (مفہوم حدیث)

سنت رسول ﷺ و اُسوہ رسول ﷺ مرضی خدا ہے، رسول ﷺ کا ہر قول و فعل، خلق و عادت خواہ طبعیہ ہی کیوں نہ ہو سب رضائے خداوندی کے دائرہ میں ہے۔ قرآن کریم نے اسے اُسوہ حسنہ کا خطاب دیا ہے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔ ترجمہ! ''تمہارے لیے بہترین نمونہ اللہ کا یہ رسول ہے۔'' آپ ﷺ کے اعمال، اقوال، احوال، پاکیزہ اخلاق و عادات سب امت کے لیے اُسوہ حسنہ، ترجمان السنۃ ہے اور تعلیم و تربیت ربانی کے ماتحت ہونے کی وجہ سے قابل عمل اور مشعل راہ ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں ''جاننا چاہیے کہ سعادت کی کنجی تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے، آپ ﷺ سے صادر ہونے والے، وارد ہونے والے تمام امور میں حرکات و سکنات میں حتیٰ کہ کھانے پینے، سونے، اُٹھنے اور کلام کرنے میں بھی عبادت کے علاوہ میں آپ ﷺ کی عادت طیبہ کے چھوڑنے کی وجہ کوئی نہیں، اس لیے آپ ﷺ کی اتباع صرف عبادات میں منحصر نہیں، بلکہ تمام عادات و احوال میں بھی، کمال اتباع اسی سے حاصل ہوگی۔ بس سنت کی اتباع تم پر لازم ہے کہ تم پاجامہ کو بیٹھ کر پہنو اور عمامہ کھڑے ہو کر باندھو، جوتا اولاً دائیں پیر میں پہنو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔

جو لوگ آپ ﷺ کی اتباع کو تمام امور میں مطلوب نہیں مانتے بلکہ صرف عبادات میں محصور مانتے ہیں وہ دراصل اس دروازے سے نفس کی آزادی چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو ایک عظیم سعادت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ ''عادات و اطوار میں سنت کا ترک سعادتِ عظیمہ سے محرومی کا باعث ہے۔''

علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ اسلام صرف آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کا نام نہیں، جب تک کہ آپ ﷺ کی پوری پوری اطاعت کا عہد بھی نہ کرے اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ بلا سنت اور اُسوہ رسول ﷺ کے اسلام معتبر نہیں، اتباع کامل ہی سے مسلمان کامل ہو سکتا ہے۔

☆ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا۔ ''جس نے میری سنت سے محبت کی یعنی اس پر عمل کیا تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت

سب سے بڑھ کر خدا اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے (حدیث)

میں میرے ساتھ ہوگا۔''(مشکوٰۃ صفحہ 30)
☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔''جس نے میری سنت کو فساد امت کے وقت زندہ کیا وہ سو شہیدوں کا ثواب پائے گا۔
مطلب یہ ہے کہ جس سنت کو لوگ چھوڑ چکے ہوں گے اس پر عمل کرنا اور کرانا ثوابِ عظیم کا باعث ہے۔(مشکوٰۃ: صفحہ 30)
☆ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:'' جو حلال کھائے اور سنت پر عمل کرے اور لوگوں کو تکلیف نہ پہنچائے وہ جنت میں داخل ہوگا۔''(مشکوٰۃ)
☆ حضرت امام مالکؒ کا قول ہے۔''سنت مثل کشتی نوحؑ کے ہے جو اس پر سوال ہوا نجات پائی اور جو پیچھے ہوا غرق ہوا۔''
☆ شرح شرعۃ الاسلام میں ہے آپؐ نے فرمایا جس نے میری سنت کی حفاظت کی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ (4) باتوں سے اس کی تکریم کرے گا۔
1- نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دے گا۔- 2 فاجر لوگوں کے دلوں میں ہیبت ڈال دے گا۔-3 رزق وسیع کر دے گا۔4 دین میں پختگی پیدا کر دے گا۔
سید الطائفہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں'' تمام خوبیوں کی جڑ نبی پاک ﷺ کے قول و فعل میں اتباع ہے۔'' امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔''اے عبدالرحمن! تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے رہو میں نے عرض کیا اے پروردگار آپ کے فضل سے کرتا ہوں اور پھر میں نے کہا اے رب مجھے اسلام پر موت نصیب فرما: ''ارشاد فرمایا! اور سنت پر موت آئے اس کی بھی دعا کرو اور تمنا کرو۔''

☆......☆☆ ☆......☆

اسلام میں عورت کا مقام

آپ ﷺ کی بعثت کے بعد عورت کو عزت، حرمت اور تقدس کا مقام ملا۔ جبکہ زمانۂ جاہلیت میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی، عورت ایک حقیر ترین مخلوق بن کر رہ گئی تھی، قدیم مانہ میں عورت کو شیطان کی بیٹی اور نجاست کا مجسمہ سمجھا جاتا تھا وہ غلاموں کی طرح بازار میں بیچی جاتی تھی، میراث میں اس کا کوئی حق نہ تھا، رومیوں نے عورت کو جانور کا مقام دیا تھا۔ نکاح کو عورت کے خریدنے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ معمولی قصور پر عورت قتل کر دی جاتی تھی۔ اہلِ عرب زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیا کرتے تھے، یہودیوں کے ہاں کافی عرصہ اس بارے میں اختلاف رہا کہ عورت انسان بھی ہے یا نہیں، بہت سوں کا خیال تھا کہ عورت ایک انسان نما حیوان ہے جسے مردوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ہندو، عورت کی جداگانہ حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے، شوہر مر جاتا تو بیوی کو بھی شوہر کی چتا پر زندہ جل کر مر جانا پڑتا تھا۔

☆☆☆

حضرت محمد ﷺ کی ولادت اور ظہور قدسی



مولانا نعمان نعیم

محسن انسانیت، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی ولادت و بعثت یعنی آپ ﷺ کا ظہور قدسی اور آپ ﷺ کا بحیثیت امام الانبیاء، سید المرسلین، خاتم النبیین دنیا میں تشریف لانا بلاشبہ انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا سب سے عظیم احسان اور انسانی تاریخ کا سب سے عظیم واقعہ ہے۔ آپ ﷺ کی تشریف آوری اور بعثت سے قبل کی تاریخ اور اس دنیا کا جو نقشہ مورخین نے بیان کیا ہے، تاریخ کے وہ اوراق ناتحریر کے، نابیان کرنے کے قابل ہیں۔

چھٹی صدی عیسوی میں انسانیت اگرچہ اپنے آپ کو ہلاک کرنے پر جنونی حد تک تلی ہوئی تھی، لیکن ان کے خالق و مالک کو ان کی یہ حالت قبول و منظور نہیں تھی۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ ان میں ایک ایسا فرد بھیجا جائے جو جبلی اور فطری طور پر ان تمام خامیوں اور خرابیوں سے پاک ہو اور ان ہی کے معاشرے میں رہ کر انہیں انسانی صفات سے بھرپور زندگی کی طرف رفتہ رفتہ لے کر آئے۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے جس عظیم انسان کو چُنا، وہ انسانی طبقے کا سب سے بہتر، برتر، افضل، اکمل، اشرف انسان تھا جس کا نام نامی اسم گرامی محمد بن عبداللہ ہے۔

فخر موجودات سرور کائنات حضرت محمد ﷺ نے زندگی اپنے معاشرے میں اس طرح گزاری کہ کسی قسم کی بداخلاقی، بدگوئی، بدعملی کی طرف کوئی ایک واقعہ بھی بدترین مخالف اور دشمن نقل نہیں کرسکا۔ جب کہ اس وقت بداعمالیوں کا یہ حال تھا کہ پورا معاشرہ اس میں مبتلا تھا، ایک نبی ﷺ کی ذات تھی کہ جوان تمام عیوب سے پاک تھی، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مضبوط کردار کا انسان ہی انسانیت کا رُخ موڑ سکتا ہے۔

چالیس سال کی عمر مبارک ہونے پر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعلان نبوت فرمایا۔ اس اعلان کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنی چالیس سالہ حیات مبارکہ کو قوم کے سامنے پیش فرمایا، جسے قرآن مقدس نے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے: ”میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں“۔ (سورۂ یونس)

یہ ارشاد گرامی آپ ﷺ کے مخلص ہونے اور باکردار زندگی پر دلالت کرتا ہے۔ اعلان نبوت کے بعد کی اختیار کردہ زاہدانہ زندگی کا ہر ہر دن اور رات اس بات کے گواہ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اعلان نبوت کے بعد کی ایک ایسی زندگی ہے جو فکر مند تو نظر آتی ہے، لیکن اپنی ذات کے حوالے سے نہیں۔ اس عقدے کو اس خوب صورت انداز میں قرآن مقدس نے کھولا ہے کہ جس سے بہتر اور برتر تا قیامت کسی دانش ور کے لیے بات کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل چار صفات بیان فرمائی ہیں، جنہیں چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی جھٹلایا نہیں جا سکا نہ قیامت تک جھٹلایا جا سکے گا۔

وہ جس نے تا حیات اپنے اقوال کی حقانیت کو اپنے ہر ہر لمحے کے ہر چھوٹے بڑے افعال سے ثابت فرمایا ہو کہ ''مجھے دنیا سے کیا تعلق اور کیا لینا! میرا تعلق دنیا کے ساتھ ایسا ہے جیسا کہ کوئی سوار مسافر کچھ دیر سایہ لینے کے لیے کسی درخت کے نیچے ٹھہرا، اور پھر اسے اپنی جگہ چھوڑ کر منزل کی طرف چل دیا۔ دنیا میں ایسے رہو، جیسے کہ تم پردیسی ہو، بلکہ راستہ چلتے مسافر''۔ (مشکوٰۃ)

وہ جو انسانی طبقات کے سب سے اونچے، اعلیٰ، اشرف، اعظم، برتر، بہتر، اکمل ترین طبقے سے صرف تعلق ہی نہیں رکھتا، ان کا امام بھی ہو جن کا اپنے اپنے زمانوں میں اپنی ذات کے حوالے سے بلند ترین نعرہ ہی یہ ہو کہ ''اور میں اس کام کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا''۔ (سورۂ شعراء)

وہ کب اس طرف مرغوبانہ توجہ کر سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی جانب سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی جانب سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو مکے کی پہاڑیوں کو سونے کا بنا دیا جائے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتی رہیں اور جہاں اور جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں خرچ فرماتے رہیں۔ اس پیشکش کو قبول کر لینے یا رَد کر دینے کے بجائے بصد احترام مؤدبانہ طور پر اس کے جواب میں عرض کیا کہ اے میرے رب، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن مجھے کھانے کی نعمتیں ملیں، تاکہ میں شکر گزاری کروں ایک دن فاقے سے رہوں کہ تیری جناب میں آہ و زاری پیش کر سکوں۔ (مشکوٰۃ شریف)

وہ جو اپنے لیے اپنے اللہ سے مانگتا رہتا ہو۔ ''اے اللہ! تو مجھے مسکین زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں موت دے اور مجھے حشر میں مسکینوں کے ساتھ اٹھا''۔ (مشکوٰۃ شریف)

وہ جس کے پاس اس کے جاں نثار صحابہؓ بھوک کی حالت میں آ کر اپنے پیٹ پر بندھا ہوا ایک پتھر دکھائیں تو وہ اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا کر بندھے دو پتھر دکھائے۔ وہ جس کے گھر میں اسلامی حکومت کا سربراہ ہوتے ہوئے دو دو تین تین ماہ چولہا نا جل پاتا ہو۔ (بخاری و مسلم شریف)

اور وہ جاں نثار صحابہؓ پر اپنی ذات کے لیے خانگی اخراجات کے لیے کوئی ٹیکس نہ لگائے وہ غیروں کی پیشکش کو ذرا برابر بھی اہمیت دینے کے لیے کبھی تیار ہو سکتا تھا؟ وہ جس نے اپنے اہل کے لیے دعا مانگی ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

''اے اللہ! آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بقدر کفایت رزق عطا فرما۔'' (صحیح بخاری شریف)

وہ جسے اس کے رب نے نماز کی اہمیت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہو: ''اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کیجیے اور خود بھی اس کا اہتمام رکھیے! ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے، روزی تو آپ کو ہم دیتے ہیں (دیتے رہیں گے) آخری انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے''۔ (سورۂ طٰہٰ)

وہ جس سے ایمان و اعمال صالحہ کی بنیاد پر زمین پر خلافت کا وعدہ کیا گیا ہو: ''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا''۔ (سورۂ نور 55)

اس کی نظر میں مخلوق کی طرف سے دی گئی سرداری کی کیا حیثیت ہوگی جب کہ وہ بھی مشن، دعوت اور تبلیغ سے دست برداری کے بدلے ہو؟ وہ جس کی انگلی کے اشارے پر چاند دو ٹکڑے ہو جائے، جس کی آرزو پر بارش برسنے لگے، جس کے ہاتھ کے اشارے پر بادل چھٹ جائیں، جس کے منہ کے لعاب سے سانپ کا زہر کافور ہو جائے، آنکھوں کی بیماریاں دور ہو جائیں، ٹوٹی ہوئی ٹانگ درست ہو جائے، جو دیگر جان داروں (حیوانات، جنات وغیرہ) کی بولیاں سمجھتا ہو، جس کے حکم سے دشمن کی مٹھی میں بند کنکریاں اس کی رسالت کی گواہی دینے لگ جائیں، چھوٹے سے برتن میں ذرا سے پانی میں انگلیاں ڈبونے سے پانی ٹھاٹھیں مارتی نہر کا روپ دھار لے اور پورے قافلے کے تمام برتن پانی سے لبریز ہو جائیں، جن کی توجہ سے آگ پر رکھی تھوڑے سے سالن کی ہانڈی کھولتی بھی رہے افراد شکم سیر بھی ہوتے رہیں اور سالن بھی کم نہ ہو جس کی برکت سے ایک گلاس دودھ تقریباً ستر اصحاب صفہؓ کو باری باری ایک ہی مجلس میں مکمل سیراب بھی کردے، پھر بھی بچ رہے۔ ایسے صاحب معجزات کو ایسی پیش کشیں کیا متاثر کر سکتی ہیں؟ ان سب پیشکشوں اور مختلف مواقع پر آپ ﷺ سے ہونے والے مکالمات کا ایک ہی جواب تھا جو کہ دیا گیا ''خدا کی قسم! اگر وہ میرے سیدھے ہاتھ میں سورج اور اُلٹے ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تب بھی میں اس سے باز نہ آؤں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس (اسلام) کو غالب فرما دے یا میں اس راستے میں شہید ہو جاؤں۔

آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ اور پیغمبرانہ مشن کی تکمیل کے تاریخ ساز موقع پر آخر ایک وقت وہ آیا کہ سرور کونین حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کا ماہِ تمام مشرق و مغرب کو منور کر گیا، اسلام کی سربلندی اور دین مبین کی عالمگیر ترویج و اشاعت کے مواقع میسر آئے۔ اسلام کو غلبہ اور سربلندی نصیب ہوئی جو رسالت محمدی ﷺ کا اعجاز اور امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کی نبوت و رسالت کا کرشمہ ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے غلبے اور دین کی عالمگیر ترویج و اشاعت کے لیے امت اپنا کردار ادا کرے۔ یہی شانِ رسالت ﷺ کا تقاضا اور آپ ﷺ پر ایمان کا بنیادی محرک ہے۔

☆☆☆



رحمت کے پیکر مجسم

نبی آخر الزمان، حضرت محمد ﷺ

طہورہ شعیب، کراچی

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جو انسانی زندگی کی راہنمائی کیلئے دو چیزوں کو منبع و مصدر ہدایت قرار دیتا ہے۔ ایک، کلام الٰہی اور دوسرا سیرت محمدی ﷺ۔ سفرِ حیات کی سمت کا درست تعین کرنے کے لیے قرآن و حدیث کامل قطب نما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ پر ایمان، ان کی سیرت مبارکہ کو راہ عمل مانتے ہوئے، اتباع کرنا اسلامی عقائد کا لازمی حصہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی محبت و اطاعت ہر مسلمان پر واجب ہے جس کے بغیر ایمان کی تکمیل ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں واضح الفاظ میں فرمایا ”نہیں، اے محمد ﷺ تمہارے رب کی قسم، یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں (النساء۔65)“ ایک اور مقام پر فرمایا ” درحقیقت، اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک پیغمبر اٹھایا، جو اس کی آیات انہیں سناتا، ان کی زندگیاں سنوارتا اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے قبل لوگ صریح گم راہی میں پڑے ہوئے تھے، (آل عمران)“۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم و مہربانی ہے کہ اس کے احکامات کی اطاعت کا عملی نمونہ ہمیں حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کی جزیات اور صحابہ کرامؓ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ جنہوں نے انسانیت کو ظلم اور جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر فلاح اور روشنی کے راستے پر گامزن کیا۔ معاشرے کے ہر مجبور و بے کس طبقے حقوق وضع کیے۔ کوئی بشر اور جاندار آپ ﷺ کی محبت سے فیض یاب ہوئے بغیر نہ رہا۔ اس بات کی گواہی خود خالق کائنات نے اپنے کلام میں ثبت کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ”اے پیغمبر ﷺ! یہ اللہ کی بڑی رحمت اور مہربانی ہے کہ تم ان لوگوں

انسان صوم و صلاۃ سے نہیں بلکہ معاملات سے پہچانا جاتا ہے (حدیث)

کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہو، ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔

(آل عمران۔159)''۔

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالی جائے، تو آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ میں سب سے نمایاں وصف نرمی اور حلم ہے۔ یہ حضور ﷺ کا وہ وصف خاص تھا جس نے دشمن جاں کو بھی شیر وشکر کردیا۔ آپ ﷺ کی نرم گفتاری، نرم مزاجی اور نرم گوئی ہی نے گم راہی اور جہالت میں مبتلا لوگوں کے دل مسخر کیے۔ آپ ﷺ اپنے اخلاق سے فاتح زمانہ ہوئے۔ بحیثیت نبی، معلم ومربی، داعی، واعظ، قائد، سپہ سالار، حاکم وقت، سماجی رہنما، والد، شوہر، ہر روپ، ہر گوشہ زندگی میں آپ کا حلم کا پہلو بہت واضح نظر آتا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی رحیم اللہ کی شہرہ آفاق کتب، سیرت النبی ﷺ میں بہت تفصیل سے اخلاق نبوی ﷺ درج ہیں، جن کا مطالعہ ہر اس فرد کو کرنا چاہیے، جو اخلاق نبوی ﷺ اختیار کرنے کی تمنا وجستجو رکھتا ہے۔ آئیں نبی کریم ﷺ کی نرم خوئی ونرم دلی کے چند واقعات پر مختصر نظر ڈ لتے ہیں۔

جانوروں کے ساتھ حسن سلوک:

رسول کریم ﷺ ایک دفعہ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے چپک گئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا'' ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان پر اچھی حالت میں سوار ہو اور ان کو اچھی حالت میں کھلاؤ''۔ (سنن ابی داؤد۔ کتاب الجنائز)۔ اسی طرح ایک مرتبہ ایک چڑیا کو بے تاب دیکھا تو فرمایا'' کس نے اس کے بچوں کو دور کر کے اسے دکھ دیا ہے؟ اسے اس کے بچے لوٹاؤ'۔

جانوروں پر رحم سے متعلق احادیث کی بنیاد پر فقہا نے حلال جانوروں تک کے شکار کے لیے اصول وضع کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بلاضرورت شکار کرنے اور شکار شدہ ضائع کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی وہ واقعہ جس کے مطابق درخت کے تنے کا آپ ﷺ کی جدائی میں (منبر رسول پر منتقل ہونے پر) رونا، نہ صرف معجزہ، بلکہ جان داروں کی آپ ﷺ سے محبت ووارفتگی کا خوبصورت مظہر بھی تھا۔

بچوں کے ساتھ حسن سلوک:

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے ، اس دوران سجدے کی حالت میں حضرت حسن وحسین رضوان اللہ اجمعین ان کی پیٹھ پر سوار ہوجاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کبھی نہ اتارتے، یہاں تک کہ وہ خود اتر جاتے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کی کم سنی میں وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو دیکھ کر لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا تو فرمایا'' یہ تو رحمت ہے، جو اللہ نے اپنے بندوں کے دل میں ڈال دی ہے''۔ پھر اللہ کی رضا میں راضی رہنے کا اظہار فرماتے ہوئے کہا'' اے ابراہیم! تیرے غم میں آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ تیری جدائی میں دل غمگین ہے، مگر ہم اللہ کی رضا میں راضی ہیں''۔

ایک واقعہ اقرع بن حابس کا بھی روایت کیا جاتا ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسن بن علیؓ کو بوسہ دیتے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا اور کہا ''میرے دس بیٹے ہیں میں نے تو کبھی کسی کو بوسہ نہیں دیا''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جائے گا''۔

صحیح البخاری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے نماز میں تخفیف (مختصر تلاوت) کا واقعہ بھی مروی ہے، جو بچے کے رونے کی آواز سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی اور فرمایا'' یہ اس لیے کہ بچے کی ماں، بچے کے لیے فارغ ہوجائے''۔

کفار ومشرکین کے ساتھ حسن سلوک:

دور جاہلیت میں جنگوں میں مخالف قوم یا گروہ کی جان، مال، عزت آبرو روند دینے کو فتح سے تعبیر کیا جاتا تھا لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سپہ سالار کی حیثیت سے جنگی پالیسی وضع کی تو رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کے لیے یہ حکم جاری کیا کہ جنگ کی صورت میں بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ ہی لاشوں کی بے حرمتی کی جائے۔ یہی نہیں، کفر وشرک پر قائم رشتے داروں سے روزمرہ کے معمولات میں اذیتیں برداشت کر کے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رویہ ان کے لیے نہ بدلتا تھا۔ فتح مکہ کے عظیم موقعے پر جانی دشمنوں سمیت تمام دشمنان کے لیے عام معافی کا علاج کیا۔ ایک عالم کی فتح کے باوجود ان کے دل میں نفرت، انتقام، کبر کا کوئی جذبہ نہ تھا۔ ذرا سوچیں کہ کیا آج کی مہذب دنیا میں اس کی کوئی مثال مل سکتی ہے؟

کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک:

عرب کے معاشرے میں غلاموں، یتامیٰ، مساکین کو معاشرے کا کمزور ترین طبقہ گردانا جاتا

تھا، جس کے باعث ان کی تحقیر وحق تلفی ایک عمومی رجحان تھا۔ نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اس روایت کو بدلا سب سے حقوق متعین کر کے سماجی توازن بھی قائم کیا۔ اور غلاموں کے بارے میں واضح فرمایا "یہ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے انہیں تمہارا زیر دست کیا ہے۔ سو، تمہیں چاہیے کہ جو خود کھاؤ، وہی انہیں بھی کھلاؤ، جو خود پہنو، انہیں پہناؤ اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو"۔ حضرت زید بن حارثہؓ نے غلام ہونے کے باوجود اپنے والدین کے ساتھ واپس جانے سے منع کر دیا تھا جس کی بنیادی وجہ آپ ﷺ کے اخلاق اور حلم الطبع تھی۔ یتامی، مساکین پر فیاضی سے مال خرچ کرنا، ان کے سر پر دست شفقت رکھنا، ان کے ساتھ اچھے سلوک پر جنت میں اپنی ہم سائیگی کی بشارت دے کر ترغیب دینا، ان کو سماجی حیثیت و مقام دینا نبی کریم ﷺ کے معمولات کا حصہ تھا۔

خواتین کے ساتھ حسن سلوک:

آپ ﷺ سے معاملہ داری میں حسن سلوک اور نرمی کو کس قدر اہمیت دیتے تھے، اس کا اندازہ خطبہ حجۃ الوداع میں خواتین کے ساتھ احسن طریقے سے زندگی گزارنے کے حکم سے ہوتا ہے۔ ابن ماجہ کتاب النکاح میں فرمان نبوی ﷺ درج ہے، "یاد رکھو، تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں (بیویوں) کے لیے بہتر ہیں"۔ ایک موقعے پر صحابہ کرام رضوان اللہ سے فرمایا "اللہ کے بندو! میرے گھر والوں کے پاس کثیر تعداد میں عورتیں اپنے شوہروں کی شکایات لے کر آتی ہیں۔ تمہارے اندر ایسا طرز عمل اختیار کرنے والے اچھے لوگ نہیں ہیں"۔ عورت کو خوبصورت تشبیہ دی، وہ بھی اس سماج میں جہاں بیٹی زندہ در گور کر دی جاتی تھی۔ ہمارے نبی محترم تو خود اپنی بیٹی کے احترام میں کھڑے ہو جاتے، بے تحاشا مصروفیات اور نبوی مشن کے بار عظیم کے باوجود، اپنی ہر زوجہ کا حق ادا کرتے۔ فی الواقع اس طرز عمل میں ہر ایمان والے شخص کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ ایسے بے شمار واقعات ہیں جو آپ ﷺ کی بیویوں کے ساتھ نرم سلوک پر شاہد ہیں۔

ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک:

آپ ﷺ کا رویہ اپنے اہل ایمان کے ساتھ بے حد عفو و حلم پر مبنی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ صحبت و حلقہ نبی ﷺ میں بیٹھنے والے ہر فرد کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ نبی ﷺ کو زیادہ محبوب ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ ، حضرت عمرؓ ، حضرت عثمانؓ ، حضرت علیؓ ،حضرت ابوہریرہؓ ،حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سمیت دیگر صحابہ کرام سے شگفتہ گفتگو اور کبھی کبھی مزاح بھی فرماتے۔ان کا کبھی آپس میں سختی کا رویہ دیکھ لیتے تو اس پر نا گواری کا اظہار کرتے۔

امت پر شفقت:

سیرت مطہرہ ﷺ میں امت مسلمہ کے لیے دعاؤں کا تذکرہ بہت نمایاں ملتا ہے۔ان دیکھے امتیوں کے لیے آپ ﷺ جس قدر دل سوزی اور تڑپ سے دعائیں کیا کرتے تھے ، اس کا اندازہ مختلف واقعات سے ہوتا ہے ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' ہر نبی کی ایک دعا ہوتی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی وہ دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے موخر کردوں''۔آپ ﷺ پر تلاوت قرآن پاک اور نماز کے دوران سخت اور احتساب والی آیات پر گریہ طاری ہوجاتا،امت کی مغفرت کے لیے کثرت سے دعا کرتے۔ بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کی یہ تابندہ مثالیں ، جو آپ ﷺ خود عملاً قائم کر کے گئے ،امت محمدی ﷺ کے لیے مشعل راہ ہیں۔جاہلیت کا رشد وہدایت میں بدل جانا،ظلم کا خاتمہ اور انصاف کا بول بالا ہونا، کلام الٰہی کی اثر انگیزی، بہترین نظام کے ساتھ دو اخلاقی قنوت تھی جس نے سرتا پا لوگوں کو بدل دیا اور برسوں پرانی روایات چھونے پر مجبور کیا۔ ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت واطاعت پر عمل پیرا ہوئے بغیر نہ ایمان کی تکمیل ممکن ہے ، نہ ہی رب کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے کہ اللہ رب العالمین نے اپنی رضا نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے ساتھ مشروط کردی ہے۔ نبی کے اخلاق حسنہ میں سے نرمی اور عفودرگزر وہ وصف ہے، جو ہمارے معمولات میں خال خال ہی نظر آتا ہے ۔ آج بھی اگر معاشرے میں نرم خوئی کا یہ نبوی اسوہ اختیار کرلیا جائے تو بہت سے سماجی مسائل سے نجات مل سکتی ہے، تو کوئی نفسیاتی بیماریاں بھی ختم ہوسکتی ہیں۔ یہی نہیں، انفرادی واجتماعی زندگی کا اضطراب اب بھی سکون میں ڈھل سکتا ہے اور کوئی ٹوٹتے ہوئے خاندان بھی بچ سکتے ہیں۔ بلاشبہ نرم خوئی ،دلوں میں گنجائش پیدا کرنے کی زبردست قوت رکھتی ہے اور حسن اخلاق اس کے بغیر تشنہ تکمیل ہے۔

☆☆☆

دلائل و معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ شبلی نعمانیؒ

روحانی نوامیس کا وجود: سیرت نبوی کا یہ حصہ آنحضرت محمد ﷺ کے ان حالات، مشاہدات اور کیفیات کے بیان میں ہے جن کا تعلق اس عالم سے ہے جو ہمارے اس مادی عالم اور اس کے مادی قوانین کی حدود سے باہر ہے۔ جس طرح ہماری یہ مادی دنیا ایک نظام خاص پر چل رہی ہے مثلاً رات کے بعد دن نمودار ہوتا ہے، خزاں کے بعد بہار آتی ہے، ستارے غروب ہوتے ہیں تو آفتاب نکلتا ہے، گرمی جاتی ہے تو جاڑے آتے ہیں، پھول اپنے وقت پر کھلتے ہیں درخت اپنے موسم میں پھلتے ہیں ستارے اپنے معین اوقات پر ڈوبتے اور نکلتے ہیں، اسی طرح روحانی عالم بھی اپنا ایک خاص نظام رکھتا ہے، اس کا بھی ایک آسمان و زمین ہے، وہاں بھی تاریکی اور روشنی ہے، خزاں اور بہار ہے، فصل و موسم ہے ؎

آسماں ہا ست در ولایت جاں
کار فرمائے آسمان جہاں

نبوت کے فطری و روحانی آثار: جب روئے زمین پر گناہوں کی تاریکی اور بدیوں کی ظلمت محیط ہوجاتی ہے تو صبح کا تڑکا ہوتا ہے اور آفتاب ہدایت نمودار ہوتا ہے، باغ عالم میں جب برائیوں کی خزاں چھا جاتی ہے تو موسم بدلتا ہے اور بہار نبوت رونق افزا ہوتی ہے۔

اسی طرح دنیا کی رشد و ہدایت، عذاب و رحمت اور نبوت و رسالت کے خاص خاص اصول و قواعد ہیں، جن میں تغیر راہ نہیں پاتا، انبیا اور رسل اپنے اپنے وقت پر مبعوث ہو کر قوموں کو دعوت دیتے ہیں، قومیں ان کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہیں، منکرین ہلاک اور مومنین کامیاب ہوتے ہیں، اس روحانی جہاد میں انبیا و رسل سے ہمارے علم و دانش سے بالاتر اعمال صادر ہوتے ہیں، اور ان سے عجیب عجیب خوارق ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

انبیاء کا اصلی معجزہ خود ان کا سر تا پا وجود ہے: گو پیغمبر کا اصلی معجزہ اور اس کے منجانب اللہ ہونے کی کھلی نشانی خود اس کا سر تا پا وجود ہوتا ہے دیکھنے والوں کے لیے اس کی چشم و ابرو میں اور سننے والوں کے لیے اس کے لب و لہجہ میں اور سمجھنے والوں کے لیے اس کے پیام و دعوت میں اعجاز ہوتا ہے لیکن جو لوگ احساس حقیقت میں فروتر ہوتے ہیں ان کو اس سے تسکین نہیں ہوتی اور وہ مادی اور محسوس نشانیوں کے طلب گار

ہوتے ہیں جو بالآخران کو دی جاتی ہیں۔

انبیاء کے کامل پیروان سے معجزہ نہیں مانگتے:

انبیاء کے متبعین میں سے سابقین اولین اور صدیقین وصالحین نے اپنے پیغمبروں سے معجزہ طلب نہیں کیا، حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھ کران کو پیغمبر تسلیم نہیں کیا تھا، حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے اُن کا معجزہ دیکھ کر آسمانی دولت کا حصہ نہیں پایا تھا، حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے آنحضرت محمد ﷺ پر ایمان لائیں مگر چاند کے دوٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھ کرنہیں بلکہ یہ جان کر کہ آپ ﷺ غریبوں کے دست و بازو ہیں، قرض داروں کی تسکین اور سہارا ہیں، مسافروں کے ملجاوماویٰ ہیں۔ حضرت ابوبکر وعمر اورعثمان وعلی اور دیگر اصحابِ کبارؓ میں سے کسی ایک نے بھی آپ ﷺ کی صداقت اورراستی کی حقیقت کو ظاہری آیات ومعجزات کی روشنی میں تلاش نہیں کیا، ان کے لیے آپ ﷺ کا سرتاپا وجودنفس دعوت حق اور پیام اخلاص ہی معجزہ تھا، انہوں نے اسی کو دیکھا اور اسی سے ایمان کی دولت پائی۔

دلائل و آیات کا تعلق سیرت محمدی سے:

آنحضرت محمد ﷺ کی سیرت تمام انبیاءؑ کے واقعات زندگی کا خلاصہ، ان کی تعلیمات کا عطر، اور ان کے حالات و مشاہدات کا برزخ ہے، آپ ﷺ ایک عالمگیراورابدی مذہب لے کر مبعوث ہوئے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے ایک ہی خطاب کے ساتھ ان تمام لوگوں کو مخاطب فرمایا، جن کوطوفان نوحؑ دفعتاً بہالے گیا تھا، جن کو دریائے قلزم کی نہریں نگل چکی تھیں، جن کونفسِ عیسیٰ نے دوبارہ زندہ کردیا تھااوران سب سے بڑھ کرآپ ﷺ کا مخاطب ایک گروہ اور بھی تھا جوان چیزوں کوصرف عجائب پرستی کی نگاہ سے نہیں، بلکہ شرف نگاہی سے دیکھنے کی صلاحیت رکھتا تھا، اس بناء پرجس چشمہ فیض نے اسباطِ موسیٰ کوسیراب کیا تھاوہ ان تشنہ کامان روحانیت سے کیونکر بے پروا ہوسکتا ہے، چنانچہ اس نے آنحضرت ﷺ کی ذات کوان تمام معجزات کا مجموعہ بنادیا جواعلیٰ قدرمراتب ہر طبقہ، ہرفرقہ اور ہرگروہ کے لیے ضروری تھے، آپ ﷺ کے اخلاق و عادات معجزہ تھے، آپ کی شریعت معجزہ تھی، آپ پرجوکتاب نازل ہوئی اس سے بڑا کوئی معجزہ نہیں ہوسکتا تھا، ان کے علاوہ آپ ﷺ کی روحانی طاقت نے جسم وروح دونوں کی کائنات میں بہت کچھ اثر ڈالا، اس نے کھلی طوبیٰ کے سایہ میں آپ ﷺ کے لیے بستر لگایا، کبھی سدرۃ المنتہیٰ کے حدود میں رفرف کی سواری کھڑی کی، کبھی ''ما کذب الفواد'' کے نور سے قلب مبارک کومنور کیا اور کبھی ''ما زاغ البصر'' کے سرمہ سے آپ ﷺ کی آنکھوں کوروشن کیا، کبھی نزول رحمت الٰہی کے لیے آسمان کے دروازے

کھولے، کبھی وادی حق کے پیاسوں کے لیے زمین کی تہ سے پانی کے چشمے نکالے، کبھی سنگ خارا کے شراروں کی روشنی میں قیصر و کسری کے خزانے دکھائے، کبھی انبیائے سابقینؑ کی زبان الہام سے اپنی کامیابی کے نغمہ ہائے بشارت سنائے اور آئندہ دنیا کے واقعات غیب بتا کر رہروان عالم کو منزل حقیقت کے نشان دکھائے۔

دلائل و معجزات اور عقلیت: ان دلائل و معجزات کے الفاظ کو سننے کے ساتھ ہی سب سے پہلے دلوں میں یہ سوال پیدا ہونے لگتا ہے کہ کیا یہ ممکن بھی ہیں؟ کیا عقل خردہ گیران کے وقوع کو جائز بھی رکھتی ہے؟ دنیا میں عقل و نقل اور فلسفہ مذہب کا جب سے وجود ہے ان مباحث پر معرکہ آراء بحثیں ہوتی چلی آئی ہیں، لیکن فلسفہ قدیمہ ہو یا جدیدہ، فلسفہ یونان ہو یا فلسفہ اسلام، مشرق کا فلسفہ ہو یا مغرب کا، ان سب کا حاصل بحث یہ نکلتا ہے کہ اگر کچھ فرقے ان کو ممکن بلکہ واقع سمجھتے ہیں تو دوسرے ان کو محال قطعی تصور کرتے ہیں، عقل و فہم کا یہ اختلاف دنیا میں ہمیشہ قائم تھا، قائم ہے اور قائم رہے گا لیکن جو لوگ ان چیزوں کے امکان اور وقوع کے قائل ہیں وہ خود اپنے کج بحث دل اور بدگمان قلب کی تسلی، طمانیت اور رفع شک کے لیے اپنے اپنے فہم و ادراک کے موافق مختلف نظریے قائم کرتے ہیں، تا کہ وہ اپنی مہم جو طبیعت کی تشنہ لبی کو تسکین دے سکیں۔ ان تمام نظریات کا ماحصل صرف اس قدر ہے کہ ان عقل وحواس سے مافوق حقائق کو اپنے دریافت کردہ معلوم و محسوس قواعد کے مطابق بنا سکیں لیکن کیا یہ ممکن ہے؟ کیا محسوس و غیر محسوس یا جسمانی و روحانی دنیا دونوں ایک ہی نظام پر چل رہی ہے، کہ ایک عالم کے قیاس تمثیلی و استقرائی سے ہم دوسرے عالم کے ثبوت پر شہادتوں کا انبار لگانا چاہتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جو جانا نہیں جا سکتا اس کو ہم جاننا چاہتے ہیں اور جو سمجھا نہیں جا سکتا اس کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ جب ہماری عقل و فہم کی لنگ پائی محسوسات کے میدان میں صاف نظر آتی ہے تو ماورائے محسوسات میں اس کی تگ و پود کہاں تک منزل مقصود کے قریب کر سکتی ہے۔

ے

آنا نکہ وصف حسن تو تقریر می کنند
خواب نہ دیدہ را ہمہ تعبیر می کنند

بہرحال اب تک انسان نے اس ''خواب نادیدہ'' کی جو کچھ تعبیر کی ہے وہ دین کے اوراق میں پھیلائی گئی ہے اور سلسلہ بحث میں سب سے پہلے فلسفہ قدیمہ کے نظریات کی تشریح کی گئی ہے۔

صحابہ کو کیونکر رسالت کا یقین آیا؟: آنحضرت محمد ﷺ نے جب آوازہ بنوت بلند کیا تو اس آواز کی تائید کرنے والا کوئی دوسرا نہ تھا، عرب کا ذرہ ذرہ اس صدائے حق کا دشمن تھا، آپ ﷺ پشت ہا پشت کے خوکردہ عادات کے ترک کی دعوت دیتے تھے، موروثی مذہب جو

لوگوں کی رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے تھے آپ ﷺ اس کی مذمت کرتے تھے، جن بتوں اور دیوتاؤں کے رعب و ہیئت سے وہ کانپتے تھے آپ ﷺ ان کو منہدم کرنے کا حکم دیتے تھے، سرقہ، ڈاکو، لوٹ مار، قتل، خونریزی، کینہ، عداوت، سود، قمار، زنا، شراب، غرض وہ تمام افعال جو عرب کے خصائص بن گئے تھے، آپ ﷺ ان کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے، علاوہ بریں آپ ﷺ کے دست مبارک میں کوئی ظاہری مادی طاقت نہ تھی، دولت وخزانہ نہ تھا، اس دعوت کو قبول کرنے والوں کے لیے بجز مصائب وبلا کے آپ ﷺ کے پاس کوئی ظاہری قابل معاوضہ چیز نہ تھی، ہر شخص کو معلوم تھا کہ اسلام کا نام لینے کے ساتھ وہ اپنے گھر سے بیگانہ، اپنی جائیداد سے محروم، اپنے خاندان سے ناآشنا، اپنے وطن سے مہجور اور اکابر شہر اور روسائے قریش میں رسوا و بدنام اور ہر قسم کی مصیبتوں کا ہدف اور نشانہ بن جائے گا، غریب مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ بے رحمیاں اور سفاکیاں کی جارہی تھیں وہ سب کے سامنے تھیں، بایں ہمہ ایک خلقت تھی کہ آستانہ محمدی کی تلاش میں چلی آتی تھی، عرب کے دور دور کے قبائل سے لوگ چھپ چھپ کر پہنچتے تھے اور بیعت کر کے واپس جاتے تھے اور آخر وہ بھی سالہا سال تک آنحضرت ﷺ کے دشمن تھے اسلام کے شدید مخالف اور بدر واحد اور احزاب وخندق کے بانی تھے وہ بھی ایک روز سرِ اطاعت جھکانے پر مجبور ہوئے۔ آخر اس کے کیا اسباب تھے؟ اور کیونکر ان کو محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور صداقت کا یقین آیا؟ عیسائیوں کی طرح یہ کہنا پیدا ہوئے؟ ان کو کس نے لڑ کر مطیع بنایا؟ اب اگر اسلام لانے والوں کے اسباب پر غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ سب کے اسلام لانے کا ایک ہی سبب نہ تھا، سیکڑوں ہزاروں آدمی ایک متحد نتیجہ کا یقین رکھتے ہیں لیکن ان کے یقین کے اسباب وعلل کی تلاش کیجیے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک کے یقین کے اسباب وعلل اور اذعان کے طرق اور ذریعے مختلف ہیں، ہزاروں صحابہؓ نے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی، آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے، آپ ﷺ کی صداقت پر یقین کیا، مگر یہ تصدیق، یہ ایمان اور یہ یقین کسی ایک سبب کا نتیجہ نہ تھا، اس سے معلوم ہوا کہ صرف معجزہ ہی نبوت کی دلیل نہیں ہے بلکہ ہر طبیعت صالحہ اور قلب سلیم کے لیے پیغمبر کی صداقت کی مختلف دلیلیں موثر اور کارگر ہوئی ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ صرف دعویٰ نبوت کو سن کر ایمان لے آئے، محض دعویٰ کی صداقت نے ان کو ہر دلیل و برہان سے بے نیاز کر دیا، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح یہ دیکھ کر اسلام لے آئے کہ ابوبکرؓ سا دانشمند اس صداقت سے متاثر ہے، حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں، مگر یہ کہہ کر کہ آپ

جیسے اخلاق گراں مایہ کا انسان جو غریبوں کا مولیٰ، مقروضوں کا ماویٰ اور مسافروں کا ملجا ہے، کبھی شیطان کے پنجہ میں نہیں گرفتار ہوسکتا۔ حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ رئیس بنی سعد اس طرح اسلام لائے کہ انہوں نے بے تکلفی کے ساتھ دربار نبوی میں آ کر آنحضرت ﷺ کو قسم دلائی کہ تم کو سچ مچ خدا نے بھیجا ہے او جب آپ ﷺ نے قسم کھائی تو وہ مسلمان ہو گئے۔

ایسے لوگ بھی تھے، جوان روحانی و اخلاقی معجزات کے مقابلہ میں مادی معجزات سے متاثر ہونے کی زیادہ قابلیت رکھتے تھے، قریش کے بہت سے لوگ فتح روم کی پیشین گوئی کو پوری ہوتے دیکھ کر اسلام لے آئے، ایک سفر میں ایک قبیلہ کی عورت آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ بہتے دیکھ کر اپنے قبیلہ میں جا کر کہتی ہے کہ آج میں نے عرب کے سب سے بڑے جادوگر کو دیکھا اور اسی استعجاب نے پورے قبیلہ کو مسلمان کر دیا، متعدد یہودی اس لیے ہو گئے کہ گزشتہ انبیا کی کتابوں میں آنے والے پیغمبروں کی جو نشانیاں بتائی گئی تھیں، وہ حرف بحرف آپ ﷺ میں صحیح نظر آتی تھیں، متعدد یہودی علماء نے آ کر آپ ﷺ کا امتحان لیا اور جب آپ نے ازروئے وحی ان کے جوابات صحیح دیئے تو وہ آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں اس وقت آپ کو سچا رسول تسلیم کروں گا جب یہ خرمے کا خوشہ آپ ﷺ کے پاس آ کر آپ کی رسالت کی شہادت دے اور جب یہ تماشا اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو مسلمان ہو گیا۔ ایک سفر میں ایک اعرابی نظر آیا آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے کہا کہ آپ کی صداقت کی شہادت کون دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''سامنے کا درخت'' اور یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اس درخت کو بلایا، وہ اپنی جگہ سے اکھڑ کر آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا اور تین بار اس کے اندر سے کلمہ توحید کی آواز آئی، یہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔ سراقہ بن مالک جو ہجرت کے وقت آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کے تعاقب میں گھوڑا دوڑاتے آ رہے تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی دعا سے تین دفعہ ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تو ان کو یقین ہو گیا کہ اسلام کے اقبال کا ستارہ نقطہ اوج پر پہنچ کر رہے گا، چنانچہ خطِ امان حاصل کیا اور بعد میں مسلمان ہو گئے۔

ے

چوں پیمبر از بروں بانگے زند
جان امت درد روں سجدہ کند
بر زند از جانِ کامل معجزات
بر ضمیر جانِ طالب چوں حیات

O..........O

O..........O..........O



اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر آ کر مکمل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین بنایا۔

قرآن مجید فرقان حمید کی سورۃ التوبہ کی آیت 24 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اپنے باپ اور اپنے بیٹے اور اپنے بھائی اور اپنی بیویاں اور اپنے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے بڑی محنت سے کمائے ہیں اور جمع کئے ہیں اور اپنے وہ کاروبار جو تم نے بڑی مشقت سے جمائے ہیں اور جس میں تمہیں کساد کا اور مندے کا خوف رہتا ہے اور اپنی وہ بلڈنگیں جو تم نے بڑے ارمانوں کے ساتھ تعمیر کی ہیں، جو تمہیں بڑی بھلی لگتی ہیں، اگر یہ سب چیزیں تمہیں محبوب تر ہیں اللہ سے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تو جاؤ انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنا دے اور اللہ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

اس آیت مبارکہ میں جن رشتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے انسان کو فطری لگاؤ ہوتا ہے، اس لئے انہی چیزوں سے مومنوں کے ایمان کا امتحان لیا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ واضح فرما رہے ہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، ماں باپ اور دیگر عزیز و اقارب سے زیادہ ہو تب ایمان کا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے۔ اگر یہ رشتہ دار اور کمائے ہوئے مال اور دنیا کی زمین و جائیداد اور تجارت اور پسندیدہ مکانات اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ومرغوب ہیں تو اللہ کے عذاب کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ بلاشبہ محبت ایک پاکیزہ فطری جذبہ ہے جو دل سے پھوٹتا ہے، محبت اگر قرابت داری کی بنیاد پر ہو تو ''طبعی محبت'' کہلاتی ہے اور اگر کسی کے جمال وکمال یا احسان کی وجہ سے ہو تو ''عقلی محبت'' کہلاتی ہے اور اگر محبت مذہب کے رشتے کی بنیاد پر ہو تو ''روحانی محبت'' یا ''ایمانی محبت'' کہلاتی ہے۔ سچی محبت میں پائیداری، احترام اور اتباع لازم و ملزوم ہیں، اور اگر اتباع اور فرمانبرداری نہ ہو تو محبت کا دعویٰ بھی جھوٹ اور

ڈھونگ کہلاتا ہے۔
مثلاً ایک شخص اپنی ماں سے بے حد محبت کرتا ہے مگر اپنی ماں کا نافرمان ہے، ماں کی خدمت نہیں کرتا، خرچہ نہیں دیتا بیمار ہو تو تیمارداری نہیں کرتا تو ایسے شخص کا ماں سے محبت کا دعویٰ تسلیم نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ بغیر اطاعت کے محبت کا دعوی جھوٹا مانا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن ہشام روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تک میں آپ کو اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اس وقت تک آپ مومن نہیں، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا پس واللہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا، اے عمر! اب تم مومن ہو''
(بخاری ومسلم)۔
اللہ تبارک وتعالیٰ نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے انسانوں کے لیے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر ہم دنیا میں اپنی زندگی بسر کریں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ترین طریقہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے رہنما ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے کامیاب ترین انسان ہیں اور جو بھی دنیا اور آخرت میں کامیاب ہونا چاہتا ہے تو اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور اتباع کیے بغیر کامیابی کا کوئی راستہ نہیں۔
اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر آ کر مکمل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبین بنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں محبت کا معیار بتادیا کہ حب رسول کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اپنی جان و مال اولاد والدین عزیز واقارب حتیٰ کہ ہر عزیز چیز سے زیادہ ہونی چاہیے اور یہی دین وایمان کی اساس اور بنیاد ہے اور اگر اس میں کمی ہوگی تو دین وایمان میں کمی اور خامی باقی رہ جائیگی۔
آج مسلم امہ کی اکثریت کا ہر عمل اغراض و مفادات کے پردوں میں چھپا ہوا ہے۔ ہماری عبادات، معاملات، معیشت وتجارت لین دین کے پیمانوں میں مکاری، دورخی اور جھوٹ شامل ہوگیا ہے، اور ہم نے محض بدعات ورسومات کو ہی حب رسول کا معیار سمجھ لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی

اطاعت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

گویا اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ محبت اس وقت تک سچی قرار نہیں پاتی جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہر معاملے میں نہ کرے، اور اپنی تمام زندگی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے سانچے میں ڈھال نہ لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنے کی اہل ایمان کو اجازت نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں جنت ہے۔

اللہ وحدہ ؟ لاشریک کا فرمان ہے ''کہہ دو کہ اگر تم اللہ کے ساتھ محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ (آل عمران 31)'' اصل محبت تو یہی ہے کہ انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہے، اس کی فرمابرداری کرتا ہے، اس کی پسند و ناپسند کو اپنی پسند ناپسند بنا لیتا ہے، اپنے محبوب کو جیسا کرتے پاتا ہے خاموشی سے ویسا ہی کرتے چلا جاتا ہے، وہ اپنے محبوب کی ناراضگی سے بچتا ہے اور ہر وقت ہر محفل میں اسے اپنے محبوب کے ذکر میں راحت محسوس کرتا ہے۔

اسے اپنے محبوب کی ہر ادا سے محبت ہوتی ہے اور یہی تمام چیزیں ہمیں صحابہ کرام کی زندگیوں سے ملتی ہیں۔ صحابہ کرام کی محبت کا تو یہ عالم تھا کہ جب انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند اور ناپسند کا پتا چلتا تو اس پر بغیر کسی حیل و حجت کے عمل فرماتے یہاں تک کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہننے، اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے چلنے پھرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا کو اپنا لیا تھا، اور اپنی زندگی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سانچے میں ڈھال لیا تھا۔

آج ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کے دعویدار تو ہیں مگر ہم نے اپنی زندگی کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور سنتوں کے مطابق نہیں ڈھالا۔ آج ہمیں اپنا جائزہ لینا ہوگا کہ کیا ہمارا طرز زندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے عین مطابق ہے؟ کیا ہمارے عشق کی گواہی ہمارا عمل فراہم کر رہا ہے؟ بلاشبہ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے لیے ایمان و یقین کا سرچشمہ اور آخرت کے لیے بہترین ذخیرہ اور ایمان کامل کا جوہر ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سب رشتوں سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت، کامل اطاعت اور پیروی کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆

☆.....☆

☆.....☆.....☆

☆.....☆.....☆.....☆

ابوحمزہ محمد عمران مدنی

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سردی سے متعلق عظیم معجزات

حضرت سیّدُنا جابِر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت بلال نے بتایا کہ مَیں نے ایک سخت سرد رات میں فجر کی اذان کہی لیکن مسجد میں کوئی نہ آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے عظیم اختیارات عطا فرمائے ہیں، جن کا اظہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً فرمایا احادیث کریمہ میں ان کا تذکرہ کثرت سے موجود ہے، علماءِ اسلام نے اس موضوع پر متعدد رسائل تحریر فرمائے، یہاں ہم موضوع کی مناسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان عظیم معجزات کو بیان کرتے ہیں جن میں سردی کو دور کردینے کا ذکر ہے۔ **وباللہ التوفیق**

نمازیوں سے سردی دور ہوگئی:

حضرت سیّدُنا جابِر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت بلال نے بتایا کہ مَیں نے ایک سخت سرد رات میں فجر کی اذان کہی لیکن مسجد میں کوئی نہ آیا کچھ دیر بعد میں نے پھر اذان دی مگر اب کی بار بھی کوئی نہ آیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ملاحظہ فرمایا تو پوچھا: لوگوں کو کیا ہوا؟ میں نے عرض کی: سخت سردی نے لوگوں کو مسجد میں آنے سے روک رکھا ہے۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی: **اَللّٰھُمَّ اکْسَرْ عَنْھُمُ الْبَرْدَ**۔ یعنی: اے اللہ! لوگوں سے سردی کو دور فرما! حضرت بلال کہتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں کہ سردی ایسی دور ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ لوگ صبح کے وقت گرمی کی وجہ سے پنکھا جھل رہے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء: ج: ۱، ص: ۱۴۷)

حضورؐ کی اطاعت میں سردی دور ہوگئی:

حضرت سیّدُنا ابراہیم تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار ہم حضرت سیّدُنا حُذَیفَہ بن یَمان کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے فرمایا: ہم غزوہ ؟ احزاب کی ایک سخت آندھی اور سردی والی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس قوم (کفار) کی خبر کون لے کر آئے گا اور

جب تجھے نیکی کر کے خوشی ہو اور برائی کر کے پچھتاؤ ہو تو تُو مومن ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

اسے قیامت میں میری رَفاقت حاصل ہوگی۔ لوگ خاموش رہے آپ ﷺ نے دوسری بار پھر تیسری بار فرمایا، لیکن سب خاموش رہے۔ پھر فرمایا: اے حُذَیفہ! میرے پاس قریش کی خبر لاؤ! جب آپ ﷺ نے میرا نام لے کر فرمایا تو اب جانا ہی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس قوم (کفار) کی خبر اور نہیں میرے خلاف غصّہ نہ دلانا! حضرت حُذَیفہ فرماتے ہیں: میں اس سخت سردی کے موسم میں چلا تو ایسا لگ رہا تھا جیسا کہ میں حمام میں چل رہا ہوں (یعنی: مجھے سردی بالکل نہیں لگ رہی تھی) حتیٰ کہ میں قریش کے پاس پہنچ گیا پھر جب وہاں سے واپس پلٹا تو مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں کسی حمام میں چل رہا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور ان کے حالات کی خبر دی۔ جب میں فارغ ہوا تو مجھے سردی لگنے لگی۔ پس حضور ﷺ نے اپنا زائد کمبل جسے اوڑھ کر آپ ﷺ نماز ادا کرتے تھے مجھے اوڑھا دیا تو میں صبح تک سویا رہا، صبح رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے بہت سونے والے! اب اُٹھ جاؤ!

(صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوۃ الاحزاب، رقم: ۱۷۸۸، ج: ۳، ص: ۱۴۱۴ مختصراً)

سردی میں گرمی:

عبدالرحمن بن ابو لیلیٰ بیان کرتے ہیں: حضرت ابو لیلیٰ رات کو حضرت علی کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے، حضرت علی گرمی میں سردی کا اور سردی میں گرمی کا لباس پہنا کرتے تھے انہوں نے اس بارے میں حضرت علی سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جنگِ خیبر کے دن حضور ﷺ نے میرے پاس پیغام بھجوایا، مجھے آشوب چشم تھا میں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے آشوبِ چشم ہے حضور ﷺ نے میری آنکھوں میں اپنا لعاب ڈالا پھر دعا کی: اے اللہ! علی سے سردی اور گرمی دور کردے! حضرت علی نے فرمایا: اس دن کے بعد سے مجھے نہ سردی لگتی ہے اور نہ ہی گرمی۔

(سنن ابن ماجہ، رقم: ۱۱۷، ج: ۱، ص: ۸۸)

اللہ پاک ہمیں اپنے پیارے رسول ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے، یقین مانیے! رسول اللہ ﷺ نے اللہ پاک کی عطا سے جس طرح بطورِ معجزہ لوگوں سے سردی کی شدت کو دور کردیا، اگر ہم رسول اللہ ﷺ سے اطاعت وفرمانبرداری کا تعلق مضبوط کرلیں گے تو اللہ پاک کی رحمت

سے حضور ﷺ کی ایسی نظر کرم ہوگی کہ ہم سے ہمارے گناہوں کی عادت کو بھی دور ہو جائے گی، جیسا کہ مسند امام احمد کی اس روایت میں ہے: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے زنا کرنے کی اجازت دے دیجیے لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر اسے ڈانٹنے لگے اور اسے پیچھے ہٹانے لگے لیکن نبی پاک ﷺ نے اس سے فرمایا: میرے قریب آ جاؤ! وہ نبی کریم ﷺ کے قریب جا کر بیٹھ گیا، نبی پاک ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم اپنی والدہ کے حق میں بدکاری کو پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! کبھی نہیں۔

میں آپ پر قربان جاؤں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی ماں کے لیے پسند نہیں کرتے، پھر آپ نے اس سے اس کی بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ کے بارے میں پوچھا، اس نے ہر بار یہی کہا کہ اللہ کی قسم کبھی نہیں! میں آپ پر قربان جاؤں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک اس کے جسم پر رکھا اور دعا کی کہ اے اللہ! اس کے گناہ معاف فرما، اس کے دل کو پاک فرما اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما! راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس نوجوان نے کبھی بھی کسی (گناہ) کی طرف توجہ نہیں کی۔ (المسند الامام احمد رقم: 2259، ج:۹)۔

☆☆☆

سو برائیاں مٹا دینے والا کلمہ

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

”جس نے دن میں سو مرتبہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْکَ لَهُ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى کُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

پڑھا، اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا اور اس کے نامہ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور سو گناہ مٹا دیے جائیں گے اور اس روز شام تک شیطان سے امن میں رہے گا اور اس سے بہتر کوئی شخص نہ ہوگا لیکن جس نے اس سے بھی زیادہ اسے پڑھا ہو“ (صحیح بخاری)

☆☆☆

بسلسلہ اسلامی معلومات

بچوں کا ندائے اجود

جواد حامد

سوال: سرکارِ مصطفی ﷺ کون ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ ہیں سب رسولوں سے افضل ہیں، ہم سب ان کے امتی ہیں۔

سوال: حضور ﷺ کہاں پیدا ہوئے؟

جواب: مکہ مکرمہ شریف میں پیدا ہوئے۔

سوال: حضور ﷺ کے والد کا نام کیا تھا؟

جواب: حضور ﷺ کے والد کا نام حضرت عبداللہ تھا۔

سوال: حضور ﷺ کی والدہ کا نام کیا تھا؟

جواب: حضور ﷺ کی والدہ کا نام حضرت آمنہ تھا۔

سوال: حضور ﷺ کے دادا اور نانا کا کیا نام تھا؟

جواب: حضور ﷺ کے دادا کا نام حضرت عبدالمطلب تھا اور نانا کا نام وہب تھا۔

سوال: حضور ﷺ کو کس کس نے دودھ پلایا؟

جواب: حضرت آمنہ، ثوبیہ اور حلیمہ سعدیہ نے۔

سوال: قرآن مجید کس نبی پر اترا ہے؟

جواب: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔

سوال: حضور اکرم ﷺ پر وحی کا آغاز کس طرح ہوا؟

جواب: سچے خوابوں سے۔

سوال: حضور ﷺ نے کس خاتون کے کفن کے لیے اپنا کرتہ عطا کیا تھا؟

جواب: حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کے لیے۔

سوال: حضور اکرم ﷺ کی انگوٹھی پر کتنے حروف کندہ تھے؟

جواب: تین حروف: محمد، رسول، اللہ۔

سوال: حضور ﷺ پر وحی کون سا فرشتہ لے کر آتا تھا؟

جواب: حضرت جبرائیلؑ۔

سوال: حضور ﷺ کو معراج کب ہوئی؟

جواب: 12 سن نبوی میں۔

سوال: پہلی وحی کا نزول کس اسلامی ماہ میں ہوا؟

جواب: رمضان المبارک میں۔

سوال: حضور ﷺ کی انگوٹھی کس نے تیار کی تھی؟

جواب: حضرت سعد بن امیہؓ نے۔

سوال: حور ﷺ نے پہلا تبلیغی خط کس بادشاہ کو لکھا؟

جواب: قیصر روم ہرقل کو۔

سوال: حضور ﷺ کی نبوت کی پیش گوئی کس نے کی تھی؟

جواب: ورقہ بن نوفل نے۔



شانِ رسالت ﷺ اور مقام مصطفیٰ ﷺ

مولانا محمد امجد خان

حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ ﷺ کو اللہ نے بے پناہ خوبیوں اور اوصاف سے نوازا۔ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو قرآن مجید نے رحمۃ اللعالمین فرمایا۔ آپ ﷺ صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں، بلکہ کائنات کی ہر شے کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے، اللہ نے تمام انبیائے کرامؑ کو بڑی خوبیوں اور کمالات سے نوازا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ کمالات محبوب کائنات ﷺ کو عطا فرمائے ہیں، خصائص نبوی ﷺ سے وہ فضائل وکمالات مراد ہیں جو حق تعالیٰ جل شانہ نے خاص آنحضرت ﷺ کو عطا فرمائے ہیں اور انبیائے کرامؑ میں کسی نبیؑ کو ان کا شریک نہیں بنایا۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بیس سال بڑی محنت اور لگن سے احادیث وآثار وکتب تفسیر وتشریح حدیث وغیرہ سے حضور ﷺ کے خصائص الحبیب تصنیف فرمائیں اور ایک ہزار سے زائد خصائص رقم فرمائے۔ عارف باللہ قطب ربانی امام شعرانی نے کشف الغمہ عن جمیع الامۃ میں اپنے استاد محترم علامہ سیوطیؒ سے آنحضرت ﷺ کے خصائص نقل کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو سب نبیوں سے پہلے پیدا کیا اور سب سے آخر میں مبعوث فرمایا۔ عالم ارواح میں آپ ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور اسی عالم میں دیگر انبیائے کرامؑ کی روحوں نے آپ ﷺ کی روح انور سے فیض پایا عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرامؑ کی روحوں سے عہد لیا کہ اگر وہ حضور انور ﷺ کے زمانے کو پائیں تو آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی مدد فرمائیں۔

آپ ﷺ کا اسم مبارک عرش عظیم کے پایہ پر اور ہر ایک آسمان پر اور جنت کے درختوں اور محلات پر لکھا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ اور تمام مخلوقات حضور ﷺ کے لیے پیدا کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مبارک اسماء میں سے آپ ﷺ کو اسماء مبارکہ نصیب فرمائے۔ جیسے رؤف، رحیم۔ یہ کل ستر نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ ﷺ کو نام لے کر خطاب نہیں فرمایا، بلکہ القاب سے پکارا جو غایت درجہ کی محبت ہے۔ تورات، زبور، انجیل میں آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے تذکرے فرمائے۔ آپ ﷺ کا قرن بنی آدم کے

جو وعدہ پورا کرے گا اور برے کاموں سے بچے گا وہی اللہ کا محبوب بنے گا (القرآن)

قرنوں سے، قبیلہ وخاندان تمام قبائل اور خاندانوں سے اور ذات گرامی سب مخلوق سے افضل و برتر ہے۔ سیدنا حضرت آدمؑ سے حضور ﷺ کے والد ماجد تک اور حضرت حوا سے حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ تک نسب شریف میں کوئی بھی آپ سے بڑھ کر نہیں گزرا۔ آپ ﷺ جس سال رحم مادر میں آئے، اس سال بانجھ عورتوں کو بھی خالق کائنات نے اولاد سے نوازا۔ آپ ﷺ کی پیدائش کے وقت ایسا نور نکلا کہ ملک شام کے محلات روشن ہوگئے۔ آپ ﷺ نے جب کلام فرمایا تو سب سے پہلے رب کا نام لیا اللہ اکبر کبیراً۔ آپ ﷺ نے جب وصال فرمایا تو سب سے آخر میں بھی اپنے رب کا نام لیا اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ۔ آپ ﷺ کے پنگھوڑا کو فرشتے ہلاتے تھے۔ آپ ﷺ پر بعثت سے پہلے گرمی میں بادل سایہ کرتے تھے، آپ ﷺ کا بول و براز مبارک ہر قسم کی بدبو سے پاک اور خوشبوؤں سے معطر تھا۔ آپ ﷺ کا نام مبارک (محمد) اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (محمود) عزوجل سے مشتق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذکر کو خود بلند فرمایا۔ ورفعنالک ذکرک اذان، نماز، دورد شریف، قبر کے سوالات وجوابات ہر جگہ اپنے ساتھ ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی پہلی وحی میں اپنے رب ہونے کی نسبت آپ ﷺ کی طرف فرمائی جو غایت درجہ کی محبت ہے۔ آپ ﷺ کا اسم مبارک احمد ہے۔ آپ ﷺ سے پہلے جب سے دنیا پیدا ہوئی کسی کا یہ نام نہ تھا تاکہ اس بات میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے کہ کتب سابقہ سماوی میں جس احمد کا ذکر ہے، وہ نام آپ ﷺ ہی کا ہے۔ آپ ﷺ کو پروردگار کریم بہشت کے طعام سے کھلاتے پلاتے تھے۔ آپ ﷺ رات کو اندھیرے میں ایسا دیکھتے جیسا کہ دن کے وقت روشنی میں دیکھتے۔ آپ ﷺ کا لعاب مبارک کھارے پانی کو میٹھا بنادیتا اور شیر خوار بچوں کے لیے دودھ کا کام دیتا۔ آپ ﷺ کا لعاب مبارک گونگے کی زبان پر لگادینے سے وہ گویا ہوجاتا اور کلام شروع کردیتا۔ زہر کے لیے تریاق اور امراض کے لیے شفا کا سبب ہوتا۔ آپ ﷺ کسی پتھر پر چلتے تو پائے مبارک کا نشان پڑ جاتا۔ آپ ﷺ کی بغل شریف پاک صاف تھی اور اس سے ہر وقت خوشبو مہکتی تھی۔ آپ ﷺ کی آواز مبارک بہت دور تک پہنچ جاتی آپ ﷺ کی تلاوت کی تاثیر کی وجہ سے کفار بھی رات کو چھپ کر آپ ﷺ کی تلاوت قرآن سننے آتے۔ آپ ﷺ کی قوت سامعہ سب سے بڑھ کر تھی۔ آپ ﷺ کا پسینہ مبارک کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ آپ ﷺ کا قدمبارک درمیانہ تھا، مگر جب دوسروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سب سے بلند نظر آتے۔ آپ ﷺ کا سایہ مبارک زمین پر نہ پڑتا، تاکہ کسی کے قدموں سے بے ادبی نہ ہو۔ آپ ﷺ کے حسن و جمال کو کوئی آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ آپ ﷺ جب چلتے تو

فرشتے (بغرض ادب) پیچھے چلتے۔

آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک سے حدیبیہ کے مقام پر پانی کے فوارے پھوٹ پڑے تھے، جب صحابہؓ کو پانی کی ضرورت تھی تو چودہ سو اصحابؓ نے وہ پانی استعمال فرمایا۔ آپ ﷺ رات کے وقت دولت خانہ میں تبسم فرماتے تو گھر روشن ہوجاتا۔ آپ ﷺ کے بدن مبارک سے ہر وقت خوشبو مہکتی رہتی، جس راستے سے گزر ہوتا تو پتہ چل جاتا کہ آپ ﷺ یہاں سے گزرے ہیں۔ آپ ﷺ شب معراج میں جسد مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں آسمانوں سے بھی اوپر تشریف لے گئے اور دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے۔

آپ ﷺ کے لیے شب معراج میں آسمان سے براق لایا گیا۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ کتاب عطا فرمائی جو تحریف سے محفوظ اور باعتبار لفظ و معنیٰ معجزہ ہے، حالانکہ آپ ﷺ اُمّی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا فرمائے۔ آپ ﷺ تمام جہانوں (جن و انس) کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔

آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور آپ ﷺ کی یہ خصوصیت سارے خصائص سے افضل ہے۔

آپ ﷺ کے لیے اور آپ ﷺ کی امت کے لیے تمام روئے زمین سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنادی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر درود کو اپنا مستقل عمل قرار دیا۔ آپ ﷺ اولاد آدم کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ ﷺ مخلوق میں سب سے زیادہ افضل اور محبوب ہیں، بلکہ دونوں جہانوں میں ساری نعمتیں اور برکتیں اور خیر اُن ہی کے صدقے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے صحابہ کرام کو دنیا ہی میں اپنی رضا سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے روضہ مبارک پر روزانہ صبح وشام ستر ہزار فرشتے اتارتا ہے، یہ فرشتے آپ ﷺ پر درود سلام پڑھتے رہتے ہیں۔ روز محشر آپ ﷺ کے دستِ مبارک میں لوائے حمد ہوگا اور سیدنا حضرت آدمؑ اور دیگر انبیائے کرامؑ اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ قیامت کے دن سیدنا حضرت آدمؑ کی کنیت ابومحمد ہوگی۔ حضور ﷺ اپنی امت سمیت سب سے پہلے پل صراط سے گزریں گے، روز محشر شفاعت کبریٰ آپ ﷺ کو حاصل ہوگی۔ جنت کا دروازہ سب سے پہلے آپ ﷺ کے لیے کھولا جائے گا۔ جنت کے اندر سب سے عمدہ محل، مقام آپ ﷺ کو حاصل ہوگا اور دیدار خداوندی کی سب سے خاص تجلی اور قرب الٰہی آپ ﷺ ہی کو حاصل ہوگا۔ آپ ﷺ کے وسیلے سے مانگی ہوئی ہر جائز حاجت پروردگار عالم فوری قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور آپ ﷺ کے وسیلے سے ہم سب کو حسن خاتمہ نصیب فرمائے اور بلا عذاب قبر جنت نعیم اور اپنے دیدار و قرب مصطفی ﷺ سے مشرف فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے (سورۃ الانبیاء)

حسب سابق امسال بھی اکتوبر 2022ء ماہ ربیع الاول کا خصوصی شمارہ

سید الاوّلین والآخرین

محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم

کی بارگاہ اقدس میں سرخروئی کے حصول کے امیدوار بنتے ہوئے

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

قارئین ''ندائے اجوڈ'' کے لیے

گلدستہ عقیدت

کی شکل میں پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین
(۱) مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ (۲) قارئین سے اپیل ہے کہ اس خوبصورت گلدستہ کا دلی محبت کے ساتھ اور ذوق وشوق سے مطالعہ فرمائیں۔ پوری کوشش کی گئی ہے کہ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ میں کوئی غلطی نہ رہے مگر کہیں آپ کو کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو اصلاح کی غرض سے ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں اور بشری تقاضے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بحیثیت انسان اگر کوئی مس پرنٹنگ، کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کی غلطی رہ جائے تو ادارہ معذرت خواہ ہے۔ (منجانب: ایڈیٹر، سب ایڈیٹر و کمپوزر)

قارئین سے التماس

قارئین ماہنامہ ''ندائے اجوڈ'' سے پرزور التماس ہے کہ مفتی محمد حسنؒ (بانی جامعہ اشرفیہ) مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحبؒ اور چیف ایڈیٹر صاحب کے والد حضرت مولانا محمد عبیداللہ قاسمیؒ والدہ محترمہ، نانا، نانی، دادا، دادی و جملہ مرحومین عزیز و اقارب کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین) منجانب: ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ شعبہ حفظ ناظرہ

جامعہ اشرفیہ فیروزپور روڈ لاہور

سے سند فراغت حاصل کرنے والے خوش نصیب حفاظ کرام کے اسمائے گرامی

تقریب دستار بندی 2022

نمبر شمار	سند نمبر	نام مع ولدیت
001	506	حافظ محمد حمزہ علی
002	456	حافظ محمد حسنین نواز
003	457	حافظ احمد معین
004	458	حافظ حمزہ خان
005	459	حافظ عمر خان
006	460	حافظ محمد شایان
007	461	حافظ محمد ایان الحسن
008	462	حافظ عبد الصمد
009	463	حافظ عبد الاحد
010	464	حافظ محمد ابراہیم نعیم
011	465	حافظ عبد اللہ نعیم
012	466	حافظ سید سلطان شاہ
013	467	حافظ رانا عبد اللہ جنید
014	468	حافظ غفران شوکت
015	469	حافظ محمد احمد عباس
016	470	حافظ محمد حارث شفیق
017	471	حافظ سید محمد معز عالم
018	472	حافظ حسن سجاد
019	473	حافظ عبد المنان
020	474	حافظ عبد الاحد عمر خان
021	475	حافظ عبد الودود
022	476	حافظ محمد کلثوم نذیر
023	477	حافظ محمد سکندر رفیق
024	478	حافظ محمد ابراہیم چوہدری
025	479	حافظ محمد واصف
026	480	حافظ نعمان نصیر
027	481	حافظ محمد ارحم ابرار
028	482	حافظ عبد الرحمن
029	483	حافظ محمد ارحم
030	484	حافظ محمد احمد عامر
031	485	حافظ معیز احمد
032	486	حافظ ابراہیم شکیل
033	487	حافظ قاضی عمر شعیب
034	488	حافظ طہٰ عبد اللہ
035	489	حافظ شیخ محمد ظہیر اصغر
036	490	حافظ محمد عمیر
037	491	حافظ محمد اویس
038	492	حافظ محمد اویس مظہر
039	493	حافظ محمد ولید
040	494	حافظ محمد حسیب
041	495	حافظ محمد احمد اعظم
042	496	حافظ محمد حسان عاطف
043	497	حافظ محمد فرحان خان
044	498	حافظ ارسلان احمد خان
045	499	حافظ محمد فیضان
046	500	حافظ محمد انس بن صبیح
047	501	حافظ احمد نواز وڑائچ
048	502	حافظ محمد حذیفہ رضا
049	503	حافظ سید محمد سہیل شاہ
050	504	حافظ عبد الرحمن خان
051	505	حافظ حبیب علی
052	507	حافظ محمد رمضان
053	508	حافظ محمد احمد شہزاد
054	509	حافظ عبد المنان
055	510	حافظ محمد عبد الباسط خان

حافظ اجود عبید — ناظم شعبہ حفظ — جامعہ اشرفیہ فیروزپور روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ شعبہ حفظ ناظرہ

جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور

سے سند فراغت حاصل کرنے والے خوش نصیب حفاظ کرام کے اسمائے گرامی

تقریب دستار بندی 2022

نمبر شمار	سند نمبر	نام مع ولدیت
056	511	حافظ محمد حذیفہ شاہد
057	512	حافظ محمد عون
058	513	حافظ محمد معز
059	514	حافظ حسان اکبر
060	515	حافظ عاطف علی
061	516	حافظ محمد عبد اللہ
062	517	حافظ سیف اللہ ریاض
063	518	حافظ عبد المجید خان
064	519	حافظ محمد مزمل
065	520	حافظ محمد مکرم بلال
066	521	حافظ اسد اللہ
067	522	حافظ عمر نفیس احمد
068	523	حافظ محمد شعیب شاہد
069	524	حافظ چوہدری محمد ایان
070	525	حافظ عبد الوہاب احمد
071	526	حافظ محمد اویس اسلم
072	527	حافظ عادل نثار
073	528	حافظ عمر شوکت
074	529	حافظ حیدر علی
075	530	حافظ محمد ثاقب
076	531	حافظ عبد الستار آصف
077	532	حافظ فیض خان
078	533	حافظ وجیہ الحسن
079	534	حافظ محمد شایان بن اقبال
080	535	حافظ محمد عبد الرحمن
081	536	حافظ عبد المعیز
082	537	حافظ علی حمزہ
083	538	حافظ محمد فہد ایاز
084	539	حافظ محمد عثمان سلیم
085	540	حافظ محمد طیب وسیم سندھو
086	541	حافظ احمد جاوید
087	542	حافظ علی قسیم
088	543	حافظ دانش عامر
089	544	حافظ محمد طیب عامر
090	545	حافظ محمد علی شکیل
091	546	حافظ محمد حسن شکیل
092	547	حافظ محمد عبد اللہ بشیر
093	548	حافظ عبد المنان
094	549	حافظ عبد الکبیر صادق
095	550	حافظ محمد عثمان صغیر
096	551	حافظ احسن ندیم
097	552	حافظ بلال مشتاق
098	553	حافظ عبد الرافع
099	554	حافظ محمد عیسیٰ ابراہیم
100	555	حافظ محمد جنید ناصر
101	556	حافظ محمد عبد الرحمن سرور
102	557	حافظ بلال حیدر
103	558	حافظ سبحان زاہد
104	559	حافظ علی شیر
105	560	حافظ محمد حسنین
106	561	حافظ محمد احمد
107	562	حافظ عبد الغنی
108	563	حافظ حاشر اکرم
109	564	حافظ غلام مصطفیٰ
110	565	حافظ عبد اللہ ارشد

حافظ اجود عبید — ناظم شعبہ حفظ ناظرہ — جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور


ایشیاء کی عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ اشرفیہ لاہور کے زیر انتظام
شعبہ حفظ و ناظرہ جامعہ اشرفیہ لاہور سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرنے والے طلباء کے اعزاز میں
محمد عبید اللہ
فضل الرحیم اشرفی
تقریب دستار بندی
اور
حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب کی سوانح عمری پر مرتب کتاب
موسوم
"پیارے اباجی" کی تقریب رونمائی
ارشد عبید
جامع مسجد حسن
8 اکتوبر
ہفتہ
احمد عبید
اسعد عبید
حافظ اجود عبید
پروگرام شیڈول
مولانا محمد عبید اللہ قاسمی کی خدمات پر
خصوصی ڈاکومنٹری
بعد از نماز عشاء پیش کی جائے گی
بعد نماز عشاء
حافظ اجود عبید
ناظم شعبہ حفظ و ناظرہ
جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور

ممبر شپ کارڈ

اُمِّ حَبیبہ ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

الصدقة ترد البلاء صدقہ مصیبتوں سے بچاتا ہے۔ الحدیث

نمبر شمار ______ تاریخ ______

(امِّ حبیبہ ویلفیئر ٹرسٹ کے اغراض و مقاصد)

☆ دکھی انسانیت کی مدد کرنا۔ ☆ بیواؤں کو راشن فراہم کرنا۔ ☆ نادار مریضوں کا علاج معالجہ میں تعاون کرنا۔ ☆ غریب بچیوں کی شادیوں میں مالی اعانت کرنا۔ ☆ مفلس اور یتیم بچوں بچیوں کے لیے حصول تعلیم میں تعاون کرنا۔ ☆ میت کی تجہیز و تدفین کے انتظامات میں حصہ لینا۔ ☆ مستحقین اور نادار لوگوں کو ماہانہ وظیفہ دینا اور راشن تقسیم کرنا۔ ☆ تعمیر ہسپتال اور تعمیر مسجد میں معاونت کرنا۔ ☆ آفت زدہ علاقوں میں امداد فراہم کرنا۔ ☆ دینی مدارس کے ساتھ مالی تعاون کرنا۔ ☆ یتیم بچوں اور بچیوں کی کفالت کرنا۔ ☆ رمضان اور عیدین کے موقع پر غریب لوگوں کو نئے سوٹ، جوتے و دیگر اشیاء ضروری بمع راشن مہیا کرنا۔ ☆ عوام الناس کی فلاح و بہبود کے منصوبوں پر کام کرنا وغیرہ وغیرہ۔

رمضان پیکج غریب و نادار لوگوں کے لیے خصوصی رمضان پیکج تیار کیا جاتا ہے جس کی تقسیم وائس چیئرمین خود اپنی نگرانی میں کرواتے ہیں۔

مخیر حضرات سے اپیل

مخیر حضرات سے درخواست ہے کہ "امِّ حبیبہ ویلفیئر ٹرسٹ" کے دست و بازو بنتے ہوئے دل کھول کر اپنے زکوٰۃ، صدقات، عطیات، سے تعاون فرما کر غریب، مفلس، نادار، یتیم، بیوہ گان، و مستحقین کا سہارا بنیں اور اللہ پاک کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بنیں۔ اللہ پاک ہم سب کو مستحقین کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نام .... ولدیت ....

رجسٹریشن نمبر .... تعاون کی تفصیل .... رسید نمبر ....

نام .... ولدیت ....

رجسٹریشن نمبر .... شناختی کارڈ نمبر ....

فون نمبر .... ایڈریس ....

تعاون کی تفصیل .... مبلغ .... رسید نمبر ....

چیئرمین مولانا محمد عبید اللہ قاسمی صاحب **وائس چیئرمین** حافظ اجود عبید ڈائریکٹر اشرفیہ ایجوکیشنل سکول سسٹم امِّ حبیبہ ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

رابطہ حافظ اجود عبید اشرفیہ ایجوکیشنل سکول سسٹم ہیڈ آفس پلاٹ نمبر 88 [illegible] لاہور۔
Ph:042-37428389,Fax:042-37428387